جون، جولائی، اگست، ستمبر ۱۹۷۸ء

ماہنامہ

حیاتِ نو

مجلس ادارت

انصار احمد فلاحی	(مدیر مسئول)
حمد اللہ فردی فلاحی	(علی گڑھ)
عبدالحی فلاحی	(جامعہ ملیہ دہلی)
جاوید اشرف فلاحی	([illegible])
عبید اللہ فہد فلاحی	(مرتب)

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح، بلریا گنج، اعظم گڈھ یوپی

[illegible]

ماہنامہ

حیاتِ نو

شمارہ:- ۶ تا ۹	رجب تا ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ مطابق جون تا ستمبر ۱۹۷۶ء	جلد:- ۱

اپنی باتیں	ادارہ	۳
درسِ حدیث	مولانا جلیل احسن ندوی	۵
یہود اور مسلمان	رضوان احمد فلاحی	۷
طلبۂ جامعۃ الفلاح سے	منصف اعظمی	۱۱
نمودِ صبح	عبید اللہ فہد فلاحی	۱۳
غزل	نیر فلاحی	۳۰
صبحِ آگہی	عبدالحی فلاحی	۳۱
رپورٹ	سکریٹری انجمن	۳۶
اخلاق کی لازوال طاقت	سید سعادت اللہ قادری فلاحی	۳۹
جامعہ کی خبریں	ادارہ	۴۱

قیمت فی شمارہ :- ایک روپیہ 1/=

سالانہ زرِ تعاون :- سات روپے 7/=

انجمن طلبۂ قدیم جامعۃ الفلاح، بلریاگنج، اعظم گڈھ

انجمن طلبۂ قدیم کے اغراض و مقاصد

(۱) فارغین جامعہ کو مقاصد جامعہ کے حصول کے لئے منظم کرنا۔

(۲) ان کی صلاحیتوں کو ان مقاصد کے لئے زیادہ سے زیادہ مؤثر اور مفید بنانے کی تدابیر اختیار کرنا۔

(۳) جامعہ کی تعمیر و ترقی میں ذمہ داران جامعہ کے ساتھ تعاون کرنا۔

(۴) مقاصد جامعہ کے حصول کے لیے دیگر دینی، تعلیمی اداروں سے ربط رکھنا اور ان کا تعاون حاصل کرنے کی کوشش کرنا۔

تشریح (دفعہ نمبر ۳) :- (۱) میں مقاصد جامعہ سے مراد دستور جامعۃ الفلاح کی دفعہ ۳ کے مذکورہ اغراض و مقاصد ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) ایسے افراد تیار کرنا:

ا- جو قرآن و سنت کا گہرا علم اور صحیح دینی بصیرت رکھتے ہوں۔

ب- جن کی نظر وقت کے اہم مسائل پر بھی ہو اور جو غیر اسلامی نظریات سے بخوبی واقف ہوں۔

ج- جو اسلامی اخلاق و کردار کے حامل ہوں

د- جن میں احیائے دین اور اعلائے کلمۃ اللہ کا صحیح جذبہ ہو۔

ہ- جو گروہی، جماعتی اور فقہی اختلافات سے بالاتر ہو کر وسعت قلب و نظر کے ساتھ معاشرے کی اصلاح و تعمیر کا فریضہ انجام دے سکیں۔

(۲) ایسا نصاب تعلیم زیر عمل لانا جس میں دینی اور دنیوی تعلیم کا بہترین امتزاج ہو۔

اپنی باتیں

انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کا آرگن "حیاتِ نو" اس بار نئے رنگ و روپ میں جلوہ گر ہو رہا ہے، "حیاتِ نو" کے اندر جو نئی زندگی آپ دیکھ رہے ہیں وہ ہمارے دست و بازو کا کرشمہ نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان اور اس کی رحمتوں کا نتیجہ ہے

یوں تو ہمارے ملک ہندوستان میں بے شمار دینی مدارس ہیں جن سے ہر سال نہ جانے کتنے افراد فارغ ہو کر نکلتے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا کہ وہ کہاں گم ہو جاتے ہیں اور کون سی چیز انہیں اچک لے جاتی ہے، معدودے چند اگر ابھرتے اور نظر آتے بھی ہیں تو اپنی تمام تر کوششیں، صلاحیتیں زورِ بیان، قوتِ تحریر اور حاصلِ مطالعہ دنیا کے چند فروعی مسائل میں صرف کر دیتے ہیں، فقہی اختلافات اور گروہی تعصبات انہیں اتنی فرصت نہیں دیتے کہ وہ کسی اور طرف نظر اٹھا سکیں اور وقت کے ضروری اور اہم امور کا تجزیہ کر کے کوئی مفید نتیجہ نکال سکیں۔

دوسری طرف کالجز اور یونیورسٹیاں ہیں جن سے ایک معتد بہ تعداد ماہرینِ فن کی نکلتی ہے، سماجیات سیاسیات، معاشیات، زرعیات اور دیگر علوم و فنون پر انہیں عبور حاصل ہوتا ہے لیکن بے سود، کیونکہ یہ عصری علوم سے بہرہ ور ہوتے ہیں تو دینی اور اسلامی علوم سے خالی ہوتے ہیں، روحانیت اور اخلاقیات سے یکسر نا آشنا ہوتے ہیں، ذرا سوچئے جو مریض کی تشخیص کی صلاحیت نہ رکھتا ہو بھلا نسخہ کیا تجویز کرے گا،

اسی مجبوری، پریشانی اور وقت کی اہم ضرورت کے پیشِ نظر ایسے اداروں کی ضرورت ہے جو دونوں مکاتبِ فکر کی نمایاں خصوصیات کا سنگم ہوں۔

چنانچہ آپ جانتے ہیں کہ ہمارے اس گہوارۂ علم و فن اور مرکزِ دین و دانش کا مقصدِ وحید اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کی آغوشِ تربیت میں ایسے افراد کی پرورش اور نشو و نما ہو جو دینی اور اسلامی علوم سے بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ عصری علوم سے بھی کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتے ہوں، تاکہ دینی اور فقہی مسائل پر گفتگو کر سکیں تو معاشی معاشرتی، سیاسی، اخلاقی اور بہت سے الجھے ہوئے مسائل کی گتھیاں بھی سلجھا سکیں جن میں آج دنیا الجھی ہوئی ہے اور کہیں ان کا حل نہیں پا رہی ہے، جب ہم اس ادارے سے نکلے ہوئے افراد کی مشغولیات اور مصروفیات پر نظر ڈالتے ہیں تو واضح طور پر محسوس ہی نہیں بلکہ دیکھ لیتے ہیں کہ یہ سب کے سب کسی نہ کسی حیثیت سے دین کی خدمت میں سرگرمِ عمل اور اپنے مقصد کی بازیابی اور اس کے حصول میں مصروف ہیں۔ لیکن کیا اس سے بھی انکار کیا جا سکتا ہے

کیا کاہی میں وہ وزن اور قوت نہیں جو رائی اور سیکڑہ میں ہے
کیا افراد کی طاقت واحد کو کوئی فرد پہونچ سکتا ہے؟ کیا
ایک جار کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ — نہیں — اور نہیں تو کتنی
مناسب اور خوشی کی بات ہے کہ ہم نے اب طے کر دیا ہے
کہ ہماری تمام تر کوششیں، جد و جہد اور تگ و دو انفرادی ہونے
کے بجائے اجتماعی طور سے ہوں، ہمارا کوئی مرکز ہو جو مضبوط
اور مستحکم ہو، جہاں سے ہمارے خیالات، افکار، نظریات
اور مقاصد کی اشاعت ہو اور ہم منظم شکل میں اپنی باتیں
لوگوں تک پہونچا سکیں۔

اس کے لئے ناگزیر تھا کہ ہمارا کوئی ترجمان اور آرگن
ہو جو ایک طرف ہم سب کو ایک دوسرے سے مربوط رکھ
سکے اور ہماری صلاحیتیں پروان چڑھانے میں ممد و معاون
ثابت ہو تو دوسری طرف ہمارے خیالات کا آئینہ ہو،
جس میں ہماری تصویر بالکل صاف نظر آئے، اس طرح
ہم اپنے دین کی اشاعت بھی کرتے رہیں گے اور مادر علمی کی خدمت
میں اہم رول ادا کرتے ہوئے اس کی نیک نامی اور شہرت
کا ذریعہ بھی بن سکیں گے۔

مئی تک کا شمارہ ہم آپ کی خدمت میں روانہ کر چکے
ہیں، یہ شمارہ جون، جولائی، اگست اور ستمبر کا ہے، اس
تاخیر پر ہم معذرت خواہ ہیں، گذشتہ شمارے اپنے معینہ
وقت پر نہیں نکل سکے جس کے کئی اسباب ہیں، ایک تو یہ کہ
ان مہینوں میں جامعہ کا سالانہ امتحان پڑ گیا، امتحان کی مصروفیات
اور پھر تعطیل نے ہمیں اس کا موقع نہیں دیا کہ ہم وقت پر
رسالہ آپ کی خدمت میں روانہ کر سکیں، پھر خیال یہ بھی
یہ معذوری کچھ دنیں آپ کی طرف سے اس تعاون اور دلچسپی
کا بھی مظاہرہ نہ ہوا جس کا انجمن کی داغ بیل ڈالتے وقت
آپ نے وعدہ کیا تھا،

حیات نو کی اشاعت گذشتہ چند ماہ سے بے قاعدگی

جس سے یک گونہ اضطراب رہا، لیکن گذشتہ ماہ انجمن کی مجلس
شوریٰ کی دو روزہ میٹنگ میں یہ طے ہوا کہ اب باقاعدہ اسے
زیور طباعت سے آراستہ کر کے منظر عام پر لایا جائے گا
اس کی ادارت کے لئے ایک پانچ رکنی کمیٹی بنائی گئی ہے جس سے
امید ہے کہ حیات نو اب وقت کی پابندی سے شائع ہوگا اور
پہلے کے مقابلہ میں اس کا معیار بھی بہتر رہے گا

آخر میں ادارہ کی طرف سے یہ اعلان کیا جا رہا ہے
کہ "حیات نو" ہر فلاحی بھائی کو اس کی سالانہ ممبری فیس ہی کے
عوض پیش کیا جاتا رہے گا۔ البتہ وہ لوگ جو ہماری انجمن کے
ممبر نہیں بن سکتے وہ ساٹھ روپئے سالانہ زر تعاون بھیج کر
"حیات نو" کے خریدار بن سکتے ہیں۔

امید ہے کہ ہمارے بھائی اس کے زیادہ سے زیادہ
خریدار بنانے کی کوشش کریں گے اور ہر ممکن تعاون سے
ہماری ہمت افزائی کریں گے۔

مشینی دور تباہی کے راستے پر

وزیر اعظم مرار جی ڈیسائی نے دین دیال اپادھیائے ریسرچ
انسٹی ٹیوٹ کے تحت منعقدہ ایک مجلس مذاکرہ سے خطاب
کرتے ہوئے کہا کہ "مشینی دور اس دنیا کو تباہی کے راستے
پر لئے جا رہا ہے، اس تباہی سے بچنا ہے تو قدیم ہندوستانی
تہذیب پر عمل کرنا ہوگا اور اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس کے
نزدیک سارے انسان برابر ہیں اور اپنے بھگوان کے سامنے
ایک سے ہیں"

محترم وزیر اعظم! قدیم ہندوستانی تہذیب میں آپ کو چھوت
چھات، اونچ نیچ اور لسانی و نسلی تفریق کے سوا اور کیا ملے گا،
اسلام کی واضح تعلیمات کا مطالعہ کیجئے آپ اس عالمی برادری کا
پیغام پائیں گے۔

(تفصیل الفرقان [illegible])

درس حدیث

مولانا جلیل احسن صاحب ندوی
شیخ التفسیر والحدیث جامعۃ الفلاح

دعوت اور عمل میں مطابقت

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُسْتَوْشِمَاتِ وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ لِلْحُسْنِ الْمُغَیِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ، قَالَ فَبَلَغَ امْرَأَۃً فِی الْبَیْتِ یُقَالُ لَہَا اُمُّ یَعْقُوْبَ، فَجَاءَتْ اِلَیْہِ فَقَالَتْ بَلَغَنِیْ اَنَّکَ قُلْتَ کَیْتَ وَکَیْتَ فَقَالَ وَمَالِیْ لَا اَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ فَقَالَتْ اِنِّیْ لَاَقْرَأُ مَا بَیْنَ لَوْحَیْہِ فَمَا وَجَدْتُّہٗ فَقَالَ اِنْ کُنْتِ قَرَأْتِیْہِ فَقَدْ وَجَدْتِّیْہِ اَمَا قَرَأْتِ "وَمَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا ......" الخ۔ قَالَتْ بَلٰی قَالَ فَاِنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَہٰی عَنْہُ قَالَتْ اِنِّیْ لَاَظُنُّ اَھْلَکَ یَفْعَلُوْنَ قَالَ اِذْھَبِیْ فَانْظُرِیْ فَنَظَرَتْ فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِہَا شَیْئًا فَجَاءَتْ فَقَالَتْ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا، فَقَالَ لَوْ کَانَتْ کَذٰلِکَ لَمْ نُجَامِعْہَا وَفِیْ رِوَایَۃٍ فَدَخَلَتْ عَلٰی امْرَأَتِہٖ فَقَالَتْ مَا رَاَیْتُ بَاْسًا قَالَ مَا حَفِظْتُ اِذًا وَصِیَّۃَ الْعَبْدِ الصَّالِحِ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اُخَالِفَکُمْ

(مسند احمد)

(ترجمہ) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ فرمایا، اللہ لعنت کرتا ہے ان عورتوں پر جو گودتے گودواتی ہیں اور گودنے گدواتی ہیں اور ان عورتوں پر جو بالوں کو چھوٹا کرتی ہیں زیبائش اور آرائش کے لئے اور ان عورتوں پر بھی جو اپنے دانتوں کے درمیان حسن کی خاطر دوری پیدا کرتی ہیں اور اللہ کی بنائی ہوئی خلقی بناوٹ کو بگاڑتی ہیں، جب عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ بات کہی تو ایک پردہ نشین خاتون جن کا نام ام یعقوبؓ ہے عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس آئیں اور کہا مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے ایسا اور ایسا کہا ہے، انھوں نے جواب دیا میں ان پر کیوں نہ لعنت کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی کتاب میں لعنت فرمائی ہے، ام یعقوبؓ نے کہا میں پورا قرآن شروع سے آخر تک پڑھتی ہوں، میں نے اس میں یہ مضمون نہیں پایا، عبداللہ بن مسعود نے کہا، اگر تم غور سے قرآن پڑھتیں تو یہ مضمون قرآن پاک میں پاتیں، کیا تم نے قرآن میں یہ آیت نہیں پڑھی ہے:۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ ...... (رسول جو تمہیں حکم دیں، وہ لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رکو) (سورہ حشر آیت ۷) ام یعقوب نے کہا ہاں! یہ آیت میں نے پڑھی ہے، عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا تو جان رکھو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں سے منع فرمایا ہے جو میں نے کہی ہیں۔ ام یعقوب نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ کے گھر والی بھی ایسا کرتی ہیں۔ عبداللہ بن مسعود نے کہا اندر جاؤ اور دیکھو، چنانچہ وہ گئیں اور وہاں ان کی بیویوں میں سے کوئی برائی نہیں پائی اور آکر بتایا کہ میرا

خیال غلط نکلا، آپ کی بیویاں یہ سب نہیں کرتیں۔ عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا کہ اگر میری بیویاں اس طرح کی زیبائش و آرائش کرتیں تو میرے ساتھ نہیں رہ سکتی تھیں اور دوسری روایت میں ہے کہ ام یعقوبؓ گئیں اور واپس آکر بتایا کہ آپ کی بیوی اس طرح کی آرائش و زیبائش سے دور ہیں، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تمھیں یاد نہیں ہے بندۂ صالح (شعیبؑ) کی بات جو انھوں نے کہی وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ۔ (میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ جس چیز سے تمھیں روک رہا ہوں اس کو میں خود اختیار کروں)

تشریح:- عبداللہ بن مسعودؓ کے اس واقعے میں دعوتی کام کرنے والوں کے لئے بہت بڑا سبق ہے، باہر کے لوگوں کو دعوت دینے سے پہلے اپنے گھر والوں اور قریبی لوگوں کو دیندار بنانا چاہئے اور ان کی تربیت کرنی چاہئے ورنہ دعوت پر بہت برا اثر پڑے گا

* * *

أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِابْنِ عَبَّاسٍ أُرِيدُ أَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوفِ وَأَنْهَى عَنِ الْمُنْكَرِ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ أَبَلَغْتَ ذَلِكَ الْمَنْزِلَ؟ قَالَ أَرْجُو، فَقَالَ إِنْ لَمْ تَخْشَ أَنْ تَفْتَضِحَ بِثَلَاثِ آيَاتٍ مِنْ كِتَابِ اللهِ فَافْعَلْ. قَالَ وَمَا هُنَّ؟ قَالَ قَوْلُهُ عَزَّ وَجَلَّ "أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ" الْآيَةَ فَهَلْ أَحْكَمْتَ هَذِهِ؟ قَالَ لَا، فَقَالَ وَالثَّانِيَةُ قَوْلُهُ لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ، فَهَلْ أَحْكَمْتَهَا؟ قَالَ لَا، فَقَالَ وَالثَّالِثَةُ قَوْلُهُ شُعَيْبٍ مَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ، فَهَلْ أَحْكَمْتَهَا، قَالَ لَا، قَالَ فَابْدَأْ بِنَفْسِكَ۔

ترجمہ:- ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کہا میں تبلیغ دین کا کام کرنا چاہتا ہوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا کام کرنا چاہتا ہوں، انھوں نے کہا کیا تم اس مرتبہ پر پہنچ چکے ہو، اس نے کہا توقع تو ہے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر تمھیں یہ اندیشہ نہ ہو کہ قرآن کی تین آیتیں تم کو رسوا کردیں گی تو ضرور تبلیغ دین کا کام کرو، اس نے کہا وہ کون سی تین آیتیں ہیں، ابن عباس نے فرمایا پہلی آیت یہ ہے۔ أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ (البقرۃ) کیا تم لوگوں کو نیکی کا وعظ کہتے ہو اور اپنے کو بھول جاتے ہو۔ ابن عباسؓ نے کہا کیا اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں ۔ اور دوسری آیت لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ (تم کیوں کہتے ہو وہ بات جس کو کرتے نہیں) ہے۔ تو اس پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے؟ اس نے کہا نہیں ۔ اور تیسری آیت مَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَى مَا أَنْهَاكُمْ عَنْهُ (سورۂ ہود) ہے۔ شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا " جن بری باتوں سے میں تمھیں منع کرتا ہوں ان کو بعد کو میں خود کرنے لگوں۔ میری نیت یہ نہیں ہے بلکہ میں تو ان سے بہت دور رہوں گا، تم میرے قول اور عمل میں تضاد نہ دیکھو گے) ابن عباسؓ نے پوچھا کہ اس آیت پر اچھی طرح عمل کر لیا ہے، اس نے کہا نہیں، تو فرمایا جاؤ پہلے اپنے کو نیکی کا حکم دو اور برائی سے روکو۔ یہ مبلغ کی پہلی منزل ہے۔

تشریح:- یہ شخص اپنے سے غافل اور دوسروں کو تبلیغ کرنے کا شوق رکھتا تھا، حضرت ابن عباسؓ نے صحیح صورت حال کا اندازہ کرکے عمدہ مشورہ دیا۔

* * * * * * * * * * * * *

مرسلہ:- عبدالحی فاروقی

شکایت ہے مجھے یا رب خداوندانِ مکتب سے
سبق شاہیں بچوں کو دے رہے ہیں خاکبازی کا
(اقبال)

تحریر: سید قطب شہید
ترجمہ: رضوان احمد فلاحی

یہود اور مسلمان

یہود کی ریشہ دوانیوں، عیاریوں اور مکر و فریب سے امتِ مسلمہ کو ہمیشہ واسطہ پڑتا رہا ہے، بالکل اسی طرح اس کے اسلاف کو بھی ان کی اس روش سے دوچار ہونا پڑا تھا لیکن بصد افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ امت مسلمہ نے قرآنی تنبیہات اور اس ہدایتِ الٰہی سے فائدہ نہیں اٹھایا ——

أَفَتَطْمَعُونَ أَن يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْهُمْ يَسْمَعُونَ
كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ يُحَرِّفُونَهُ مِن بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ
وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ
إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُم بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُم
بِهِ عِندَ رَبِّكُمْ أَفَلَا تَعْقِلُونَ، أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ
يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝

اسلاف ان ہدایات سے یقیناً فیضیاب ہوئے، لہٰذا جس وقت دین نشوونما کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا اور اہلِ اسلام کی جماعت بالکل نوزائیدہ تھی، مدینہ میں ان ہدایات کی بدولت وہ ان کی ریشہ دوانیوں سے محفوظ رہے اور ان کا شکار نہ ہو سکے لیکن خود اس ہدایت کے امین ہی اس سے غافل ہو گئے تو فائدہ کیونکر حاصل ہو۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں، کوئی سائل ہی نہیں

یہود مسلسل اس بات کے کوشاں رہے ہیں کہ اس امت کو اس کے سرچشمۂ حیات سے غافل کر دیا جائے تاکہ یہ امت ان کے خلاف قرآن کے عطا کردہ اسلحہ و سامانِ جنگ لے کر پھر میدان میں نہ آ سکے جیسا کہ ماضی میں ہو چکا ہے، جب تک یہ امت اپنی حقیقی قوت کے سرچشمہ اور معرفت کے منبع سے غافل رہے گی، یہود کی جبیں کبھی شکن آلود نہ ہوگی اور اور نہ وہ انگاروں پر لوٹیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب بھی کوئی اس امت کو قرآن سے پھیرنے کی کوشش کرے گا، وہ یہی یہودی ایجنٹ ہوں گے اور جب تک امت مسلمہ اس واحد حقیقت کو نظر انداز کرتی رہے گی، جو اس کے وجود، قوت اور غلبہ واقتدار کی ضامن ہے، یہود نہایت آرام کی نیند سوتے رہیں گے، انھیں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔ یہ حقیقت ایمانی عقیدہ، ایمانی طریقۂ کار اور ایمانی شریعت کی حقیقت ہے یہی ہے اصل راہ اور اس کے نقوش۔

* * *

دشمنانِ اسلام، اسلام کے خلاف صرف میدانِ جنگ ہی میں صف آرا نہیں ہوا کرتے تھے بلکہ سب سے پہلے وہ اپنے حملہ کا نشانہ اسلامی عقیدہ کو بنایا کرتے تھے، اسی محاذ پر وہ انتہائی خطرناک اسلحہ استعمال کرتے تھے، ذہنوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دینا، دین و عقیدہ کی حقیقت کو کو مشتبہ بنا دینا، اضطراب و بے چینی پیدا کرنے کی منظم سازشیں

کرتا ہے ہیں ان کے اسلحہ جن کی ضرب تلوار کی ضرب سے تیز اور
جن کا اثر شدید توپ کی گولی سے زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے۔
ان کی پہلی ضرب سب سے پہلے امت مسلمہ کے ایمانی عقیدہ پر
ہوتی ہے جو اس کی شہ رگ ہے، جس سے اس کا وجود قائم
ہے، وہاں سے وہ اپنی انہدامی اور تخریبی کارروائیوں کا آغاز
کرتے ہیں، کیونکہ انھیں اچھی طرح معلوم تھا اور آج بھی
اس سے اچھی طرح واقف ہیں کہ اس امت کا وجود اسی
ایمانی عقیدہ کے دم سے ہے اور یہ اسی وقت ناتواں ہوگی
جب اس ایمان میں ناتوانی اور وہن آجائے، اسی وقت
مضمحل ہو سکتی ہے جب اس کی روح مضمحل ہو جائے، وہ
اس سے بھی اچھی طرح واقف ہیں کہ جب تک یہ امت ایمان
پر مضبوطی سے جمی رہے گی ایمانی طاقت پر اسے اعتبار رہے گا
اس کے طریق پر گامزن، اس کی علمبردار اور اس کی صحیح نمائندہ
ثابت ہوگی، اپنی انتساب ایمان کی طرف کرے گی اور صرف
اسی نسب کو قابل فخر گردانے گی ۔ اس وقت تک ان
کا کوئی مقصود نہیں حاصل ہو سکتا۔

اب یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس امت کے
بدترین دشمن وہی ہیں جو اسے ایمانی عقیدہ سے پھیرنے کی کوشش
میں مصروف ہیں اور خدا کے مقرر کردہ طریقہ کار سے
گمراہ کرتے ہیں، نیز اس کے دشمنوں اور ان کے دور رس
مقاصد سے اندھیرے میں رکھتے ہوئے دھوکہ دیتے ہیں

وقت امت مسلمہ اور اس کے دشمنوں کے درمیان جنگ
پہلے اسی عقیدہ توحید پر معرکہ گرم ہوتا ہے، یہاں تک کہ
جب یہ چاہتے ہیں کہ وہ اس امت کے مقابلہ میں زمین
پیداوار اور پوری اقتصادیات پر غالب آجائیں تو بھی ان کی
کوشش کا آغاز اسی عقیدہ کی بیخ کنی سے ہوتا ہے، کیونکہ ایک
طویل عرصہ کے تجربات نے ان پر یہ حقیقت اچھی طرح
منکشف کردی ہے کہ وہ اپنے مقاصد میں اس وقت تک
ناکام رہیں گے جب تک یہ امت اپنے عقیدہ سے چمٹی
رہے گی اور دشمنوں کی چالوں سے باخبر رہے گی ۔ لہذا
تکمیل مقصد کے لئے یہ حضرات اس امت میں میر جعفر
و میر صادق جیسے افراد کی قوتوں اور کوششوں کو استعمال
میں لاتے ہیں تاکہ امت اس معرکہ آرائی سے غافل ہوجائے
اور ان کا مقصود بھی حاصل ہو جائے یعنی انہیں ذہنی
و فکری اعتبار سے اپنا غلام بنالیں اور ان پر استعماریت
کو مسلط کردیں

تحصیل مقصد کے لئے جیسے جیسے جدید ترقی یافتہ وسائل
بہم ہوتے گئے، اعداء اسلام نے ان سے پورا فائدہ اٹھایا اور
انہیں استعمال کیا، اعداء اسلام کی ان انہدامی اور تخریبی
کارروائیوں کی پشت پر جو مقصد ہے وہ بہت قدیم ہے
جسے قرآن یوں بیان کرتا ہے ۔ وَدَّتْ طَائِفَةٌ مِنْ
أَهْلِ الْكِتَابِ لَوْ يُضِلُّونَكُمْ ۔ لہذا قرآن میں سب
سے پہلے اس بیماری کا علاج فراہم کرتا ہے ۔ وہ جماعت
مسلمہ کو اس حق پر ثابت قدم رکھنے کی جدوجہد کرتا ہے جو
اسلام کی بنیاد اور اہل کتاب کے پھیلائے ہوئے شکوک
و شبہات کی نفی کرتا ہے اور اس دین کی سب سے بڑی
حقیقت کو واشگاف کر دیتا ہے، اسلامی جماعت کی حقیقت
اس سرزمین پر اس کی حقیقت، اس کا اور اس کے عقیدہ
کا رول جو تاریخ انسانی میں محفوظ ہے، ان سب کی حقیقت
بیان کرتا ہے ۔

ایک جانب وہ یہ فریضہ انجام دیتا ہے اور دوسری
جانب مخالفین کی چالبازیوں اور عیاریوں سے باخبر بھی
کرتا ہے، ان کی پوشیدہ نیتوں، اخلاق سوز وسائل
خطرناک مقاصد اور اسلام و اہل اسلام کے خلاف بغض
وعداوت کی نقاب کشائی بھی کرتا ہے، ساتھ ہی ساتھ

اس دنیا میں قوموں کی حقیقت اور میراثیہ کی وضاحت بھی کرتا ہے۔ اس کی تصریحات کے مطابق دشمنوں کی ہزیمت و ذلت کا ذمہ خدا کے اوپر ہے۔ ان نتائج کی وجہ ان کا کفر ہے، خود اپنی کتاب پر سے ان کا ایمان اٹھ گیا اور انبیاء کرام علیہم السلام کو قتل کر ڈالا۔ اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ نصرتِ الٰہی امتِ مسلمہ کے ساتھ ہے۔ وہ مالک الملک ہے، جسے چاہے عزت دے، جسے چاہے ذلت۔ ان کا تکبر سے یہودیوں کو سخت اور عبرت انگیز سزائیں ایسی جیسی کہ سزائیں مشرکین کو دی گئی ہیں۔

* * *

یہود کے پھیلائے ہوئے فتنوں میں ایک تلبیس و تشکیک کا فتنہ بھی ہے، ہماری امت کو ہمیشہ سے اس فتنہ کا سامنا کرنا پڑا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَلْبِسُونَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُونَ الْحَقَّ وَأَنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ اس میں اہل کتاب کی فطرت بیان ہوئی ہے، اگر یہ ہے کہ اہل اسلام اس سے باخبر رہیں اور بچاؤ کی تدابیر اختیار کریں۔ یہ حق و باطل کو گڈمڈ کر دینے اور مکر و فریب کی فطرت ہے۔ یہود کے اس کارنامہ کی صراحت خود اللہ تعالیٰ نے فرما دی ہے، آج تک وہ اس پالیسی پر عمل پیرا ہیں، ان کی پوری تاریخ کا مدار تلبیس کی پالیسی ہے۔ سب سے پہلے اس روش کو یہود نے اپنایا، پھر نصاریٰ نے اسے اختیار کر لیا۔

گزشتہ صدیوں کے دوران ان اعدائے اسلام نے وراثتِ اسلامی میں نہایت پوشیدہ طریقے سے تحریفات کر ڈالیں، جن کا امتیاز کرنا صدیوں کی جد و جہد کا طالب ہے۔ اس پورے ورثہ میں آج کھول کر حق و باطل کی آمیزش کر ڈالی۔ ہاں وہ کتاب محفوظ ہے جس کی حفاظت کے کفیل خود اللہ تعالیٰ ہے۔

انھوں نے اسلامی تاریخ میں اس درجہ تحریفات کے انبار لگا دیے، واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا، افراد کی نہایت بھونڈی تصویر پیش کی۔ اس حد تک وہ آگے بڑھ گئے کہ قرآنی تفسیرات اور احادیث نبوی کو بھی اس حد سے محفوظ نہیں چھوڑا۔ وہ تو خدا کا فضل خاص ہے جو اس نے ایسے افراد فراہم کر دیے جنھوں نے انتہائی جانفشانی اور دقتِ نظری سے جد و جہد کر کے کھرے کو کھوٹے سے الگ کر دیا، عالم اسلام میں ایسے تحریری غلطیوں کا امکان ہنوز برقرار ہے۔

ان خطرات سے بڑھ کر ایک خطرہ اور ہے — افراد کی تیاری — امت کے خلاف بطور سازش سیکڑوں افراد پیدا کر کے عالم اسلام میں منتشر کر دیے ہیں۔ یہ ہیں مستشرقین اور ان کے شاگردانِ رشید جو اس وقت فکری و ذہنی زندگی میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں، یہ ان ممالک میں بھی موجود ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ہم مسلمان ہیں۔"

اس امت میں ایسے دسیوں عیار و مکار افراد موجود ہیں جنھیں اعلیٰ ترین خطابات سے نوازا جاتا ہے، جو صیہونیت کے پروردہ ہیں اور جن کا مقصد، وجہ یہ ہے کہ اعدائے اسلام جو کام علی الاعلان نہیں کر سکتے ہیں انھیں وہ خود کر دکھاتے ہیں۔ خفیہ سازشوں اور پُرفریب مکاریوں کا سلسلہ دراز ہے، اس سے نجات صرف اسی کتابِ محفوظ کے دامنِ پناہ میں مل سکتی ہے اور کہیں نہیں، صدیوں کی سعی کردانی میں کامیابی اسی کی طرف لوٹنے میں مضمر ہے۔

* * *

تشکیک و ریب کی اشاعت بھی بڑی تیزی سے ہو رہی ہے
وَقَالَت طَّائِفَةٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمِنُوا بِالَّذِي أُنزِلَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَجْهَ النَّهَارِ وَاكْفُرُوا آخِرَهُ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ یہ تکنیک کس قدر فتنہ انگیز ہے۔ اسلام میں نو وارد اور ضعیف ذہن

وقت کے لئے شک کو جنم دے جانا کتنا آسان ہے۔ حقیقت
دین اور ان کی نگاہوں میں مشتبہ ہو کر رہ جائے گی۔ نتیجہ
جب انھوں نے مسلم یہود کو دیکھا کہ ایمان لانے کے بعد پھر گئے وہ
سمجھے کہ ان کا اس طرح سے پھر جانا یقیناً کوئی معنی رکھتا
ہے، ضرور کسی نقص اور پوشیدہ خرابی کی وجہ سے یہ اس سے
برگشتہ ہو گئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ جو ضعیف الایمان تھے یا اسلام
میں داخل ہونے کے لئے پر تول رہے تھے، شش و پنج میں پڑ گئے
کس پر ثابت قدم رہیں، کس سے منہ پھیریں، کسے قبول
کریں، کسے رد کریں، ان دونوں کے درمیان حیران و سرگرداں
رہ گئے۔

آج بھی اسی پر فریب پالیسی کو اختیار کیا جا رہا ہے، البتہ
حالات کے اعتبار سے صورتیں بدل جایا کرتی ہیں۔ وہ

شراب ایک ہے بدلے ہوئے ہیں پیمانے

اعدائے اسلام کو جب مایوسی ہوئی کہ شاید اب ان کی دھوکہ
کی پالیسی چل سکے گی تو انھوں نے دیگر مخالفین اسلام طاقتوں
کی نصرت طلب کی اور مقصد برآری کے لئے مختلف طریقے
اپنائے جن سب کی بنیاد وہی پالیسی ہے۔ آج عالم
اسلام کے خلاف مخالف اسلام طاقتوں کے پاس ایک لشکر
جرار ہے اور یہ لشکر جن لوگوں پر مشتمل ہے وہ ہیں:- ادباء
علم و فن، فلاسفر، ماہرین و محققین، مصنفین، شعراء، مبصرین
اور صحافی حضرات ...... یہ وہ حضرات ہیں جن کا نام مسلمانوں
جیسا ہے اور بخت نے انھیں مسلم گھرانوں میں پیدا کر دیا ہے
اور بعض تو وہ ہیں جن کے آباء و اجداد اسلام و شریعت کے
زبردست حامی تھے۔

یہ لشکر مختلف طریقوں سے نفوس انسانی کے ایمان و عقیدہ
کی بیخ کنی میں مصروف ہے، تحقیق و ترقی کی شکل میں، علم
و ادب اور فن و صحافت کی شکل میں، دین و شریعت کی بنیاد کو
کمزور کر کے، دور از کار تاویلات کے ذریعہ، کبھی اس پر
رجعت پسندی اور قدامت پرستی کا الزام عائد کیا جاتا ہے، کبھی دین
و شریعت سے نکلنے کی دعوت دی جاتی ہے، کبھی زندگی کے تمام شعبوں
سے اسے بے دخل کیا جاتا ہے، کبھی ایسے افکار و تصورات اور اصول
و قواعد کی اشاعت کی جاتی ہے جو دین و شریعت سے براہ راست
متصادم ہوتے ہیں اور اس کی بنیاد ڈھاتے ہیں، اور کبھی اسلام کے
نظریات کو مسخ کر کے جدید نظریات کو خوشنما بنا کر پیش کیا جاتا، کبھی
شہوت رانی اور اباحیت کو کھلی آزادی دی جاتی ہے اور اخلاق
کو پامال کیا جاتا ہے جو اس شریعت کا جزو لاینفک ہیں۔
ہمیشہ صحیح تصویر کو بگاڑ کر پیش کرتے ہیں اور اس میں ذرا
بھی نہیں جھجکتے، اپنے ان کارناموں کے باوجود وہ مسلم
ہیں، کیونکہ نام تو مسلمانوں کا سا ہے، اپنے ناموں سے مسلمان
نظر آتے ہیں اور پس پردہ ایسے کارنامے انجام دے کر کفر
صریح کے مرتکب ہوتے ہیں، بالکل یہود کا پارٹ ادا کر رہے ہیں۔

فی الواقع یہ لوگ یہود کے ہاتھ کی کٹھ پتلیاں ہیں، جنھیں وہ
حسب منشا حرکت دیتے ہیں، انھیں یہی ہدایت دی گئی ہے
کہ بظاہر مسلم ہو، تمہارا نام تمہارے اسلام کی دلیل رہے گا
اور پس پردہ خلاف اسلام سرگرمیاں اختیار کئے رہو تاکہ لوگ
اس دین و شریعت سے برگشتہ ہو جائیں۔ پھر یہ کام انتہائی
پوشیدہ طریقے سے ہونا چاہئے، اس راز سے صرف وہی لوگ باخبر
رہیں جو ہمارے مقصد ۔ دین کی بیخ کنی ۔ میں ہم سے ہم آہنگ
ہوں اور جن سے اس مقصد کے لئے مفاہمت ہو، ان کے علاوہ
کسی کو بھی اس کی ہوا نہ لگے "وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَن تَبِعَ دِينَكُمْ"
صہیونیت کے تحت آج بھی اسی پالیسی پر عمل پیرا ہیں
باہم ایک امریکہ [illegible] میں مفاہمت ہو گئی ہے، اس [illegible] توقع
ہے جو شاید دوبارہ حاصل نہ ہو، اس عقیدہ و ایمان کا وجود
ختم کر دینا۔ یہ مفاہمت کسی ایک معاہدہ یا کسی دوسری [illegible]
جماعت کے خلاف سازش کے ضمن میں نہیں ہے بلکہ مختلف
ایجنسیوں کی مفاہمت سے اپنے اپنے مطلوب مشن کی تکمیل کے لئے۔

مولانا عبدالرؤف صاحب منصف مبارکپوری

طلبۂ جامعۃ الفلاح سے

جب سے اپنی زندگی حسنِ عمل سے ہے تہی
رحمتِ باری بھی گویا ہو رہی ہے منحرف
عزت و عظمت نہیں شانِ فراست بھی نہیں
حسنِ ایمان و عمل سے ہم کو غلبہ تھا نصیب
تم ہو امت کے جیالے، نوجواں نسلِ جلیل
کل تمہارے سر پہ ہوگا بارِ تعمیرِ جہاں
تم کو دینا ہے جہاں کو حسنِ افکار و نظر
حق کو غالب کرنا ہے پھر کارزارِ کفر میں
عہدِ نو کے چہرۂ رخ پر ابھرو مثالِ آفتاب
تم کو کیا معلوم، تم ہو کون اپنے وقت کے
ہو تمہارا ہر جواں اب آنے والے دور میں
حق شناسی کی شہادت صاف دیتی ہے تمہیں
جیسے مودودی میں ہے روشن دلی حسنِ نظر
علم و دیں سے اکتسابِ حسنِ کامل ہو تمہیں
تم میں تشکری استقامت اس طرح موجود ہو
بوذرؓ و سلمانؓ تھے جیسے استقامت کے امیں
آج پھر امت کو ہے اہلِ بصیرت کی تلاش
تم بھی گر نورِ بصیرت سے رہے محروم تو

ذرہ ذرہ کر رہا ہے ہم سے بس یہ سرگوشی
عہد کو ہے پہنچا ہوا امت کا دردِ بے کسی
یعنی اپنے پہلو سے چشمِ بصیرت بھی گئی
امتِ مرحوم کی دولت نہیں ہے بے زری
دین و ملت کی تمہاری ذات سے ہو یاوری
تم کو دانش گاہِ عالم میں ہے بننا عبقری
نقشِ احساسِ حقیقت تم کو کرنا ہے جلی
پھر ضرورت آ پڑی ہے علم و استدلال کی
پھر نقوشِ دینِ حق کر دو جہاں میں منجلی
بوحنیفہؒ یا غزالیؒ، ابنِ سیناؒ یا ولیؒ[۱]
احمد سرہندیؒ و احمد شہیدؒ و تھانویؒ
تم کو بننا ہے مثالِ قاسمِ نانوتویؒ
تم بھی دو پیدا کرو حسنِ نظر، روشن دلی
سر بسر نور ہو جس سے ہو مقصودِ زندگی
جیسے رہتی ہے چمن میں قامتِ سروِ سہی
تم میں ہو ہر فرد عزم و استقامت کا دھنی
دے سکیں عالم کو جو پیغامِ امن و آشتی
کون دے گا عالمِ خفتہ کو درسِ آگہی

۱؎ یعنی امام شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

آگہی ہے بندگی ہے تیغ در دست ہے عدو — زندگی میں ہے ضروری اک خدا کی بندگی
عشق بھی لازم ہے اپنی غایت و مقصود سے — عشق سے ہو وقت پیدا زندگی میں روشنی
زندگی نا آشنا ہے لذتِ کردار سے — عشق مقصد سے ہو گر خالی کسی کی زندگی
خستگی و درشتگی میں بھی ہے شانِ انبساط — عشق سے ملتی ہے ہر ہر گام پر اک تازگی
دین میں ہے اتباعِ نقشِ پیغمبر ضرور — پیدا ہو نہیں سکتی ہے قطعاً خودسری
اتباعِ مصطفیٰ سے جبکہ ہوتا ہے شغف — [illegible] ہو جاتی ہے اور دل سادگی
کلمۂ حق دار پر بھی اہلِ حق کہتے ہیں صاف — خود حق آگاہ میں ہوتی نہیں ہے بزدلی
غزوۂ بدر و احد ہو یا کوئی ہو معرکہ — نصرتِ حق کے لیے مومن ہمیشہ ہے جری
حسنِ اخلاق و بشاشت ہے رخِ مسلم کی آب — نورِ استغفار سے روشن ہے اس کی زندگی
بیٹھے علم و معرفت کی شمع بنتا ہے خمیر — پھر مسلماں بنا کے کرتی ہے جہاں کی رہبری
دو وہ پیغام کل دنیا کو جس سے عام ہو — نظامِ امن و اماں کی چار سو جلوہ گری
ہر ارشاد و ہدایت [illegible] — ہر سو پھیلائی ہے خورشیدِ یقیں کی روشنی
منصبِ رشد و ہدایت ہے خوش نصیبی کی دلیل — اس سے کھلتا ہے جہاں میں جو ہر خوش گوہری
ہے یہ امیدوں کا مجمع [illegible] — یا الٰہی اس چمن میں مسکرائے ہر کلی
اسوۂ خیر الوریٰ سے ہو تمہیں شوق و شغف — ہو یہاں قرآن و سنت کی مکمل پیروی

سبک دل منطق کی ہے [illegible] خیر و فلاح
تشنگانِ علم دیکھ پائیں یہاں آسودگی

نماز

(مرسلہ عبداللہ مرزا پوری، [illegible])

امریکی تاریخ کا ایک مبصر لکھتا ہے: ”وسط افریقہ میں اسلام کی اشاعت بہت مدت تک سیاحوں اور عرب تاجروں کے ذریعہ ہوتی۔ ان کا سب سے بڑا معجزہ جس سے افریقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی، نماز تھی۔ جب یہ لوگ ایک امام کے پیچھے ایک صف میں کھڑے ہوتے اور ان کے چہروں سے خدا کا خوف ظاہر ہوتا تو دیکھنے والے کھنچ کر رہ جاتے۔ وحشی ایک طرف اپنی ذلیل بت پرستی پر نادم ہوتے، دوسری طرف اسلامی عبادت نے ان کو اپنی طرف کھینچا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ صرف نماز نے وسط افریقہ کی اکثر آبادی کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا“ (Man, Tog[illegible])

ایمان — ایک زبردست قوتِ اصلاح

(محمد شفیع [illegible] عربی ہفتم)

”تمام مذہبوں کی بنیاد میں اخلاقی اصول [illegible] کا تصور کارفرما ہے۔ [illegible] اخلاق کے لیے دین [illegible] دنیا میں کہیں اللہ کے خوف [illegible] [illegible] [illegible] میرا [illegible] ہے جاتا ہے“

([illegible])

[illegible] اللہ کو [illegible] انسان [illegible]

([illegible])

(عُبید اللہ فہد ، د . سعید تحقیق)

نمودِ صبح

عصری دنیا اختلافات و تضادات کی حامل ہے۔ یہ دو سماجی نظاموں، سرمایہ دارانہ نظام اور سوشلزم کے درمیان جاری کشمکش کی عکاسی کرتی ہے۔ ان دونوں نظاموں کے درمیان جاری کشمکش جو مختلف میدانوں، سیاست، معیشت اور نظریات و ثقافت کا احاطہ کرتی ہے، لوگوں کی نگاہوں کے عین سامنے ہو رہی ہے۔ جہاں لوگ جمہوریت اور ترقی کی ایک مختصر اور موزوں راہ کی تلاش میں ہیں، وہ سامراجی ریاستوں اور سوشلسٹ ممالک میں رونما ہونے والے واقعات کا قریب سے مشاہدہ کر رہے ہیں۔ حقائق اس بات کا مظہر ہیں کہ تمام ممالک اپنے تمام بلند آہنگ دعووں کے ساتھ ایک گہرے درد و کرب میں مبتلا ہیں۔ عموماً بے لگام حکومتوں نے بے پناہ سیاسی و معاشی طاقت حاصل کر لی ہے اور مزید حاصل کرنے کی ہوس میں مبتلا ہیں، اجارہ داریاں زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کرنے کی دھن میں پوری ریاستی مشینری کی سرگرمیوں میں کھلے عام مداخلت کرتی ہیں، منتخب ادارے پارلیمنٹ اور میونسپل کونسلیں اپنے سابقہ اختیارات سے محروم ہو رہے ہیں، کرپشن، دفتر شاہی، افراد کی نگرانی اور پولیس کے جبر و دباؤ میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے، بے روزگاری بھی بڑھ رہی ہے، دولت اور غربت کے درمیان کی خلیج اور وسیع ہوتی جا رہی ہے اور جرائم پہلے کے مقابلے میں کہیں زیادہ بڑھ گئے ہیں۔ سرمایہ دارانہ ممالک کو ماحول کی آلودگی کے سنگین خطرے کا سامنا ہے۔ سامراجی دنیا میں طبقاتی قومی اور نسلی تضادات میں کافی شدت پیدا ہو چکی ہے صنعتی ہڑتالوں کی تعداد میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں نیگرو مسئلہ ہنوز حل طلب ہے، فرانسیسی زبان بولنے والی آبادی کا برٹش کینیڈا کے مسئلے نے کناڈا کے وفاق کو انتشار کی دہلیز تک پہنچا دیا ہے، بلجیم میں فلیمنگوں اور والونوں کے درمیان نزاع جاری ہے، السٹر میں خون بہایا جا رہا ہے اور اٹلی میں فاشسٹ کے گروہ لوٹ مار اور ہنگامہ برپا کر رہے ہیں۔ دوسری طرف اشتراکی ممالک ہیں جو سامراجی ریاستوں سے ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہیں، در اصل دونوں کی تہذیبوں میں کوئی ادنیٰ سا فرق نظر نہیں آتا، تہذیب سے زر کی پرستش دولت کے لئے اندھا جنون، کمزوروں کے حقوق پر ڈاکے بین الاقوامی تعلقات میں بے اصولی دونوں کی نمایاں خصوصیتیں ہیں، امریکہ جب اپنے مفادات پر کوئی آنچ آتے دیکھتا ہے تو کوریا اور ویت نام میں انسانی خون سے ہولی کھیلنے لگتا ہے اور جب اشتراکیت پرست حضرات قہر و غضب میں ہوتے ہیں تو وہ ہنگری، چیکوسلواکیہ اور افغانستان کو اپنی جبریت و غضب کا نشانہ بناتے ہیں، ایسا ہوتا

ہمیں کیوں کبھی سکون و اطمینان حاصل نہیں ہوتا، آج کسی پر اعتبار کرنا سخت حماقت ہے دنیا کے تمام ممالک رہزن، قاتل اور لٹیرے ہی کیوں نکلے؟؟

ان سوالات پر غور کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل سوالات پر غور کرنا اور ان کا حل طلب کرنا ہوگا اس لئے کہ اول الذکر سوالات کے جوابات آخر الذکر کے جوابات پر منحصر ہیں:-

۱- کائنات کی حقیقت کیا ہے؟

۲- اس کائنات میں انسان کی پوزیشن اور اس کا نصب العین کیا ہے؟

۳- انسانیت کے دکھوں کا درماں کہاں ہے؟

آیئے سب سے پہلے سوال اول پر غور کیا جائے اور حقیقت یہ ہے کہ آخر الذکر دونوں سوالوں کے جواب پہلے سوال کے جواب میں پوشیدہ ہیں۔

کائنات کی حقیقت

فلسفیوں کا ایک طبقہ کائنات کے وجود کا ہی قائل نہیں ہے۔ اس کے نزدیک ہم جو کچھ دیکھتے یا محسوس کرتے ہیں، اس کی حیثیت ایک واہمہ خیال یا خواب سے زیادہ نہیں، کائنات اپنا کوئی وجود نہیں رکھتی، یہ محض اوہام کی پیداوار ہے۔ ان کے خیال میں کائنات کوئی چیز نہیں جس کے اندر کوئی دماغ سوچ رہا ہے بلکہ دماغ ایک چیز ہے جس کے اندر کائنات رہتی ہے برکلے کا خیال ہے کہ:-

Material bodies are only ideas. Their existence consists in their being perceived by the mind. The existence of extra mental bodies is only a dogmatic and superfluous assumption. Instead of supposing that the mind is in the world is in the mind."

(Out line of general philosophy P. 31 By S. B. Chatterjee)

"مادی اجسام صرف خیالات ہیں، ان کا وجود کسی ذہن کی نگاہوں کا مرہون منت ہے، اذہان سے باہر کسی چیز کے وجود کا تصور ایک بے دلیل اور سطحی مفروضہ ہے۔ ہم لوگوں کو یہ فرض نہیں کرنا چاہئے کہ دماغ کسی دنیا کے اندر ہے بلکہ اس کے برعکس ہمیں یہ فرض کرنا چاہئے کہ دنیا ہی دماغ کے اندر ہے۔ (بحوالہ فلاسفی مذکور)

تو وہ فلاسفہ جو کائنات کے وجود کے ہی قائل نہیں ان کے نزدیک انسان کا وجود ایک بے معنی چیز ہے چہ جائیکہ اس کے مقصد اور نصب العین کی تعیین ہو۔

فلسفیوں کا ایک دوسرا گروہ کائنات کے وجود کو تو مانتا ہے لیکن وہ کسی موجد کو تسلیم نہیں کرتا۔ مادیت کے ایک ممتاز علمبردار پروفیسر ٹنڈال (Tyndall) نے یہاں تک لکھا ہے:-

"مادہ میں ہر قسم کے وجود کے امکانات موجود ہیں۔"

وہ لکھتے ہیں:-

"مادہ قابل تقسیم ہے، اس کو (Molecules) جزیوں اور جوہروں (Atoms) ذروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یہ ذرے مختلف حجم اور مختلف وزن کے ہیں اور یہ مختلف عناصر کے سب سے چھوٹے ٹکڑے ہیں جو ازلی اور قائم

بالذات ہیں، ناقابلِ تقسیم اور آزاد ہیں جو فنا نہیں ہو سکتے اور جو فضائے بسیط میں بے ترتیبی کے ساتھ بکھرے ہوئے ہیں، پھر ان کے اتفاقی طور پر ملنے سے ہر چیز کی تشکیل ہوئی ہے، گویا سارا ہنگامۂ وجود ایک مجموعۂ ذرات سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا، انھیں ذروں سے بے حد و حساب اجسام بنے، زندگی نے وجود پایا اور شعور و ذہن کی تخلیق ہوئی۔" (سائنس اور فنا ابدیات)

لیکن اس نقطۂ نظر میں بہت سی دشواریاں پنہاں ہیں۔

اس نظریہ میں مفروضات کی فہرست بہت دراز ہے بہت سے لوگوں کے نزدیک تو اس میں صرف نظریات ہی نظریات ہیں، ایک فلسفی کا قول ہے: It (materialism) assumes every thing and explain nothing. یہ ہر چیز کو فرض کر لیتا ہے لیکن تشریح کسی چیز کی نہیں کرتا۔

اس نظریہ کی دوسری دشواری اس وقت پیش آتی ہے جب ہم یہ سوچتے ہیں کہ آخر اس کائنات میں ہماری زندگی کا آغاز کیسے ہوا، یہ نظریہ کہتا ہے کہ ایک جاندار شے نے جسے حیاتیات کی اصطلاح میں Protoplasm کہتے ہیں خود کو چند طبعی و کیمیائی اثرات کے تحت متشکل کیا اور یہی جاندار شے تمام جاندار اشیاء کے پیدا ہونے کا سبب بنا، یہی ایک خلیہ اپنے ماحول کی چند طبعی و کیمیائی عوامل کی کارفرمائیوں کی وجہ سے ارتقائی ادوار طے کرتا ہوا پیچیدہ سے پیچیدہ تر جانداروں کو جنم دیتا چلا گیا، حتیٰ کہ اس دور کا سب سے آخری جانور انسان تھا، ان فلسفیوں کے نزدیک کسی بے جان شے کا چند طبعی و کیمیاوی عمل کی کارفرمائیوں کی وجہ سے جاندار شے میں تبدیل ہو جانا کوئی تعجب کی بات نہیں، اس لیے کہ جاندار اشیاء کے اجسام کا تجزیہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے اجزائے ترکیبی بھی بے جان مادے ہیں مثلاً کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن وغیرہ۔

اور پانی، مٹی، ہوا، سردی اور گرمی جو بالکل بے جان مادے ہیں، مگر جب اکٹھا ہو کر مدتوں پڑے رہتے ہیں اور ان میں لیسانہ پیدا ہو جاتی ہے تو کچھ دنوں کے بعد اس میں Infusoria, Bacillus, Bacteria جیسے جاندار کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔

لیکن حالیہ سائنس نے ان تمام مفروضات کو غلط ثابت کر دیا ہے۔ پہلی دلیل تو اس وجہ سے غلط ہے کہ یہ تجزیہ کا بالکل نصف حصہ ہے، اس لیے تجزیہ کی تکمیل تو اس وقت ہوگی جبکہ تجزیاتی اور ترکیبی دونوں طریقے اس کی تصدیق کریں، تجزیاتی طریقہ صرف اتنی معلومات فراہم کرتا ہے کہ فلاں مرکب میں فلاں فلاں عناصر پائے جاتے ہیں لیکن ترکیبی طریقہ ٹھیک اس کی ضد بتاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ فلاں فلاں چیز کے ترکیب پانے سے فلاں مرکب تیار ہوتا ہے، جاندار اجسام کا تجزیہ بتاتا ہے کہ اس کی ترکیب کاربن، ہائیڈروجن، نائٹروجن، آکسیجن اور دوسرے غیر نامیاتی مادوں سے ہوئی ہے، اب اگر ان غیر نامیاتی مادوں کو ملانے سے کوئی جاندار جسم تیار ہو جائے تو یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جائے گی، مگر یہ معلوم ہے کہ سائنس اتنی کوششوں کے باوجود بے جان مادوں سے زندگی کی ابتدائی رمق بھی معلوم نہیں کر سکی ہے۔ دوسری دلیل اس سے بھی زیادہ کمزور ہے، پاسچر (Pasteur) اسپلانزانی، ٹنڈال (Tyndall) اور دوسرے بہت سے سائنسدان، متعدد تجربات کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہوئے ہیں کہ زندگی بے جان مادوں سے وجود میں نہیں آ سکتی، زندگی کا ظہور کسی سابق زندگی ہی سے ہو سکتا ہے۔

تیسری دشواری یہ ہے کہ یہ نظریہ انسانی اجسام میں عقل و شعور کی کوئی معقول توجیہ نہیں کرتا۔ بقائے توانائی کے اصول — The principle of conservation of energy — کے مطابق ایک مادی توانائی کو دوسری مادی توانائی میں تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اسی اصول کی بنا پر مادہ پرست کہتے ہیں کہ ذہنی توانائی دماغ کی توانائیوں کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ لیکن یہ توجیہ درست نہیں۔ اس لئے کہ اس اصول پر مادی توانائی کی شرط ہے اور ظاہر ہے کہ عقل و شعور اور فکر و نظر مادی توانائی سے ماوراء ہے۔ محض مادی توانائی سے عقل و شعور کی پیدائش اتنی بعید از فہم ہے کہ مادیت کے ایک ممتاز علمبردار پروفیسر ٹنڈل کو بھی اعتراف کرنا پڑا:—

The Passage from the Phisics of the brain to the corresponding facts consciousness is unthinkable ---- The chasm between the two classes of Phenomena will remain intellectually impassable.

مادی ساخت اور عقل و شعور کے باہمی مظاہر میں تطابق کی راہیں تلاش کرنا ناقابل تصور ہے۔ ان دونوں قسم کے مظاہر میں دو خلیج حائل ہیں، وہ عقلی اعتبار سے ناقابل عبور ہی رہے گی۔ (تلاش منزل سے ترجمہ)

ان مادی نظریات کی بنیاد پر جو فلسفہ نظام حیات مرتب کیا گیا ہے وہ بھی اسی طرح ناقص، ادھورا اور تنگ نظر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا ان نظریات سے اکتا گئی ہے۔

لیکن اس اکتاہٹ و گھبراہٹ اور پریشانی کا مداوا کیا ہے اسے جاننے اور اس پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں۔ ان مادہ پرست فلسفیوں نے انسان کا سب سے اہم مسئلہ معاش کا حصول بنا دیا اور انھوں نے کہا کہ انسان صرف ایک حیوان ہے۔ اسے روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ کچھ نہیں چاہئے اور انسان کا مقصد زندگی بہتر سے بہتر معاشی زندگی کا حصول ہے۔ یہ تہذیب و تمدن اور حقارت و ثقافت کا ارتقاء معاشی ڈھانچے پر موقوف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سرمایہ داری اور اشتراکیت دونوں انسان کے معاشی اور روحانی مسائل کے حل کرنے میں ناکام نظر آتے ہیں۔ آئیے علی سبیل التذکرہ ہر ایک کا جائزہ لیا جائے کیونکہ آج دنیا کی اکثریت انہی تدبیر دونوں ہی کا سرچشمہ انھیں کے ہاتھوں میں ہے۔

جدید نظام سرمایہ داری (Modern capitalism)

اس کے بنیادی اصول حسب ذیل ہیں:—

۱۔ سب سے اہم اصول جس پر اس نظریہ کی عمارت کھڑی کی جاتی ہے یہ ہے کہ افراد صرف انھیں چیزوں کے مالک نہیں ہیں جو ان کی روزمرہ کی زندگی میں استعمال ہوتی ہیں بلکہ ان چیزوں کے مالک بھی ہوں گے جو ذرائع پیداوار میں آتی ہیں۔

۲۔ ہر شخص کو کسی وسیلہ کا موقع ملنا چاہئے، کوئی ان کی کوششوں پر قدغن نہیں لگا سکتا، حتی کہ حکومت بھی۔

۳۔ پیداوار و صرف کے معاملات انھیں کی مرضی پر موقوف ہونے چاہئیں۔

۴۔ سرمایہ داری کے حامیین کہتے ہیں کہ پیداوار کی قوت بڑھانے کے لئے ضروری ہے کہ انسانی حرص و طمع جو فطرتاً ہیں انھیں ابھرنے کا موقع دیا جائے۔ اس طرح ہر شخص خوب سے بہتر کام کرنے کی کوشش کرے گا اور اس طرح چیزوں کی پیداوار میں اضافہ ہوگا۔

۴ - مارکیٹ میں تاجروں کو مقابلے کی آزادی ہی بے قید معیشت میں افراد کو خود غرضی کی بے جا حد تک بڑھنے سے روکتی ہے اور ان کے درمیان اعتدال و توازن قائم کرتی ہے۔ کھلی مارکیٹ میں جب ایک ہی چیز کے بہت سے صنعت کار اور خریدنے والے موجود ہوں گے تو وہ مسابقت کی لالچ میں کسر و انکسار سے خود ہی قیمتوں کا ایک مناسب معیار قائم کریں گے۔

۵ - ارتقاء کے فطری اسباب پر ان کو مکمل اعتماد ہے اور یہ کہتے ہیں کہ جب کاروبار میں منافع کا سارا انحصار ہی اس بات پر ہے کہ لاگت کم اور پیداوار زیادہ ہو تو کاروباری آدمی کو اس کا مفاد اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ پیداوار بڑھانے کیلئے زیادہ سے زیادہ سائنٹیفک طریقے اختیار کرے۔ اب آئیے ہم دیکھیں کہ اس نظام میں کیا خرابیاں ہیں۔ لارڈ کینسز نے بالکل سچ کہا ہے کہ:-

"دنیا پر اخلاق و فطری قوانین کی ایسی مضبوط حکومت قائم نہیں ہے جس کے زور سے افراد کے ذاتی مفاد اور سوسائٹی کے اجتماعی مفاد میں ضرور آپ ہی آپ موافقت ہوتی رہے۔ اصول معاشیات کے اصولوں سے یہ استنباط کوئی صحیح استنباط نہیں ہے کہ روشن خیال خود غرضی ہمیشہ اجتماعی فلاح و بہبود کے لئے کوشش کرتی ہے اور یہ کہنا بھی درست نہیں خود غرضی ہمیشہ روشن خیال ہی ہوا کرتی ہے۔ اکثر تو یہ دیکھا جاتا ہے کہ جو لوگ انفرادی طور پر اپنی اغراض کے لئے جدوجہد کرتے ہیں وہ اس قدر نادان اور کمزور ہوتے ہیں کہ خود اپنی اغراض کو بھی پورا نہیں کر سکتے کجا کہ ان کے ہاتھوں اجتماعی مفاد کی خدمت ضرور اور ہمیشہ انجام پاتی رہے۔"

(اختتام لیسے اور سرمایہ داری)

اس طرح ان کا یہ دعویٰ بھی صحیح نہ تھا کہ افراد کے حقوق پر کسی قسم کی آزادی نہ ہونی چاہئے، اس لئے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ چند شخصیتوں میں ملک کی ساری دولت آجاتی ہے اور غریب عوام خستہ حالی کا شکار ہو جاتے ہیں، جس سے پوری سوسائٹی کی صحت، اخلاق اور تہذیب و تمدن پر برا اثر پڑتا ہے اور جب چند سرمایہ دار ملک کی ساری دولت پر کنڈلی مار کر بیٹھ جاتے ہیں تو مزدوروں کی زندگی تنگی میں مبتلا ہو جاتی ہے اور وہ غربت کی زندگی بسر کرتے کرتے ایک دن سرمایہ دار کے خلاف اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور دونوں میں غیر ختم ہونے والی کشمکش شروع ہو جاتی ہے اور معاشرہ دو طبقوں، سرمایہ دار اور مزدور میں بٹ جاتا ہے۔

اس اصول میں ہمدردی، محبت، تعاون و تعامل جیسے صالح اور پاکیزہ جذبات معدوم نظر آتے ہیں، اس کے برعکس خود غرضی، حرص و طمع، باہمی تنافر و تفاخر کو جلا دیتی ہے، اعزہ و اقربا، دوست و احباب اور استاد و شاگرد ایک دوسرے کی ہمدردی، سوز و الفت اور رافت و شفقت سے محروم ہو جاتے ہیں اور اسی طرح سے دوسری بہت سی ناقابل علاج بیماریاں موجود ہیں۔

اگرچہ قدیم سرمایہ دارانہ نظام میں بہت سی اصلاحات و ترمیمات کی گئیں لیکن اس کے باوجود اس کے بنیادی عیوب جوں کے توں موجود ہیں۔ ڈکشنری میں امریکن پالٹکس میں ایوین سیکارتھی نے جمہوریت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے

"یہ سماجی اور سیاسی تنظیم کا ایک فلسفہ ہے جو افراد کو زیادہ سے زیادہ آزادی اور ذمہ داری عطا کرتا ہے۔ عام طور پر جمہوریت کو اپنے والے درکار ہوتے ہیں جن کے توسط سے افراد کو کم سے کم وقفے سے، لیڈروں اور سیاسی پالیسی اور پروگراموں کے معاملے میں انتخاب کا موقع ملتا ہے۔"

یہ تو وہ چیز ہے جو الفاظ کے جامہ میں ہمارے سامنے پیش
کی جاتی ہے لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی سرمایہ دار
ملک اور خصوصاً ریاست ہائے متحدہ امریکہ ووٹروں کو اپنے نمائندے
کے حقیقی انتخاب کا کوئی موقع نہیں دیتا کیونکہ اول تو ووٹر
سے کئی برسوں میں صرف ایک بار رابطہ قائم کیا جاتا ہے
اور اس وقت بھی وہ ایسے امیدواروں کو ووٹ دیتا ہے
جنھیں خود اس نے نامزد نہیں کیا، دوسرے امیدواروں
کے پیش کردہ سیاسی پروگرام پروپیگنڈہ اور محض
پروپیگنڈہ سے آگے نہیں بڑھتے، اصل سرکاری کام حکومت
کے ان اداروں میں ہوتا ہے جن میں انفرادی طور پر ووٹر کا
کوئی دخل نہیں ہوتا۔ امریکی فوجیں ویتنام بھیجنے کا فیصلہ، امریکی
عوام میں لائے بغیر کیا گیا اور اس فیصلے میں ان کا کوئی دخل نہیں
تھا، حالانکہ لنڈن جانسن، کارتی کے نظر ہونے کے مطابق وہ جوش سے
اپنا حق انتخاب استعمال کیا تھا، پینٹاگان فوجی مہمات اور
اسلحہ پر بھاری رقومات خرچ کرتا ہے جبکہ سابق وزیر
انصاف ریمزے کلارک کے بموجب ۲ کروڑ امریکی افلاس
اور اس کی لائی ہوئی لعنتوں یعنی بیماری، ناخواندگی، بیکاری
غلاظت اور مایوسی کے ماحول میں رہ رہے ہیں۔ ...... جہاں
مکانات پرانے، گندے اور خطرناک ہیں، جہاں عوام عملی
طور سے حقوق سے محروم ہیں۔

(سوویت جائزہ بحوالہ ریمزے کلارک امریکہ میں جرائم،
ان کی نوعیت، اسباب، تدارک اور کنٹرول)

بورژوا جمہوری سیاسی اقتدار کے تحت، ریاستی اقتدار
حکمراں طبقہ کی اکثریت کی ماحول کی عکاسی کرتا ہے، جسے مجموعی
طور پر عوام کی مرضی کا نام دیا جاتا ہے۔ سرمایہ دار ممالک میں
اس فریب کا یقین عام ہے، کیونکہ انتخابی عمل میں بالغ آبادی
کی اکثریت کی شرکت یہ تاثر پیدا کرتی ہے کہ یہ نو ایلیٹ
جو الیکشن میں کامیاب ہوتی ہے رائے دہندگان کی نمائندہ

یہ حکومت بنانے کا فتویٰ حاصل کر چکی ہے یہ جمہوریت کو اپنے
کنٹرول میں رکھ کر اجارہ دار بورژوازی کی رفتہ رفتہ عوام کو
جمہوریت میں جو کچھ بچا ہے اس سے محروم کرتی جا رہی ہے
یہی وجہ ہے کہ امریکہ کی سیاسی زندگی میں انتخابات سے عوام
بڑے بڑے پیمانے پر غیر حاضر رہتے ہیں، کروڑوں امریکی
جو ووٹ دینے کے حق دار ہوتے ہیں، انتخابات میں حصہ نہیں
لیتے، تقریباً چالیس فی صد رائے دہندگان صدارتی انتخابات
کو نظر انداز کر دیتے ہیں اور اس سے بھی بڑی تعداد کانگریس کے
انتخابات میں حصہ نہیں لیتی جیسا کہ فرانس میں بھی ۲۰ فیصد ووٹروں
نے ۱۹۶۸ء کے انتخابات میں ووٹ نہیں دیا۔

اجارہ دار سرمایہ، ریاستی اقتدار کے تمام کل پرزوں کو یا
تو براہ راست یا بالواسطہ کنٹرول کرتا ہے، یہ کاروباری انجمنوں
مثلاً کارٹیلوں اور دباؤ ڈالنے والے گروہوں کی طرح
اداروں کا ایک پورا نظام تشکیل دیتا ہے جو اجارہ داروں
اور مختلف حکومتی اداروں کے درمیان مستقل رابطہ کا کام دیتے
ہیں، انتہائی اہم حکومتی فیصلے کاروباری تنظیموں مثلاً ریاست ہائے
متحدہ امریکہ کے ایوان تجارت برطانوی صنعتوں کے کنفیڈریشن
وغیرہ سے مشورہ کے بعد کئے جاتے ہیں

سرمایہ دارانہ سماج کے سارے امور کا انتظام و
انصرام ایک پیشہ ور افسر شاہی کرتی ہے جو ہر ایک سامراجی
ریاست کے سیاسی نظام کا مستقل حصہ ہوتی ہے، پارلیمنٹوں
اور حکومتوں میں پارٹیوں کے توازن میں تبدیلی کا اس پیشہ ور
افسر شاہی پر کوئی اثر نہیں پڑتا، لینن نے کہا تھا کہ کسی سرمایہ
دار ریاست میں وزراء کی تبدیلی کا کوئی خاص مفہوم نہیں
ہوتا، کیونکہ ایڈمنسٹریشن کا اصل کام افسروں کی ایک بہت
بڑی فوج کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ (لینن مجموعہ تصانیف)

عسکریت پسندی نے یوں تو سبھی سامراجی ملکوں کو متاثر
کیا ہے، لیکن اس کا خاص اثر ریاستہائے متحدہ امریکہ پر ہوا ہے

وفاقی حکومت ہر سال بجٹ کے ہر ایک ڈالر کا تہتر فیصد ماضی حال اور مستقبل کی جنگوں پر خرچ کرتی ہے۔ امریکی عوام نے فوجی مشین کی دیکھ بھال پر اس سے زیادہ رقم خرچ کرنے کی تھی۔ رقم وفاقی حکومت، ریاستی قانون ساز اداروں اور میونسپلٹیوں کے ذریعہ صحت عامہ، ضعیف اور پنشن پانے والے لوگوں، سماجی تحفظ، بیروزگاری الاؤنسوں، مکانات کی تعمیر، عوامی حفاظت اور زراعت کے لئے امداد پر خرچ کی گئی۔ امریکی عوام کے ذریعہ ادا کئے گئے ٹیکسوں کی رقم کا محض گیارہ فیصد حصہ ہی غیر فوجی ضرورتوں پر خرچ کیا جاتا ہے۔

(ریچرڈ جے بارنیٹ ـــ موت کی معیشت سے)

مغربی آئینی تصورات کے مطابق پارلیمنٹ اور میونسپلٹیاں علی الترتیب قومی اور مقامی سطح پر عوام کی مرضی کا اظہار کرتی ہیں۔ فی الواقع یہ رول انہوں نے کبھی بھی ادا نہیں کیا۔ تاہم صنعتی سرمایہ دارانہ نظام کے عہد میں ان اداروں کو تھوڑی بہت خود مختاری حاصل تھی۔ سامراجیت نے جس کی خاص خصوصیت سیاسی طاقت کا ارتکاز ہے، قومی اور مقامی نمائندہ اداروں کو بلا مشورہ صلاح کار اداروں میں تبدیل کر رکھ دیا ہے۔ قانون ساز ادارے مثلاً پارلیمنٹ کو ابتداءً جن کا بنیادی مقصد قانون سازی ہی تھا اب قانونوں کی توثیق کرنے والی تنظیموں کا درجہ دے دیا گیا ہے۔

سرمایہ دار ممالک میں سربراہ حکومت کو حقیقی آمرانہ اختیارات دے جاتے ہیں، وہ نہ صرف یہ فیصلہ کرتا ہے کہ حکومت میں کون کون ہوگا بلکہ یہ بھی کہ ریاست کی اہم پالیسیاں کیا ہوں گی۔

انگریز ماہر سیاسیات۔ الف۔ ڈبلیو۔ جی۔ نے اپنی کتاب "منتخب بادشاہ" میں لکھا ہے "وزیر اعظم خود مختار ہوتا ہے، یعنی وہ مکمل اختیارات کے ساتھ حکومت کرتا ہے، جبکہ [illegible] میں وہ پارلیمنٹ کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ امریکی صدر کے ہاتھ میں مرتکز اختیارات بہت زیادہ ہیں۔ امریکی ماہر سیاسیات کلش یا ذیر نے صدارتی اختیارات کے جائزے میں امریکی صدر کی ذمہ داریوں کو ان حیثیتوں میں گنایا ہے:—

سربراہ ریاست، چوٹی کا انتظامی عہدیدار، خارجہ پالیسی، قوم کی افواج کا کمانڈر انچیف، سب سے بڑا قانون ساز، پارٹی لیڈر، عوام کا واحد ترجمان، امن کا محافظ اور قوم کی خوشحالی کا منتظم اعلیٰ۔

یہ ہیں وہ خرابیاں جو جدید نظام سرمایہ داری میں ابھی باقی ہیں اور جو امریکہ، جرمنی اور فرانس جیسی عظیم طاقتوں کو اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہیں، جس کی وجہ سے آج انسانیت گمراہ ہو چکی ہے۔

(مندرجہ بالا تمام تفصیلات سوویت جائزے کے کئی پرچوں سے ملخص ہیں۔)

مار کھانے والے شوہر

([illegible])

امریکہ مغربی تہذیب کا علم بردار سمجھا جاتا ہے، وہاں کے دو محققوں کا یہ جائزہ ایک کتاب کی شکل میں شائع ہوا ہے کہ اس مہذب ملک میں تقریباً ایک کروڑ بیس لاکھ شوہر ایسے ہیں جو بیویوں کے ہاتھوں تقریباً روزانہ پٹتے، جوتے کھاتے اور وہ بیچارے رسوائی کی شرمندگی سے اپنی اس روز روز کی پٹائی سے دوسروں کو مطلع نہیں کرتے۔

مغربی تہذیب یافتہ عورت کا مطالبہ مردوں کے ساتھ مکمل مساوات کا تھا۔ یہ جائزہ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر یہ ظاہر کرتا ہے کہ امریکہ میں عورت مساوات کے درجہ سے بڑھ کر قاہرانہ تفوق حاصل کر چکی ہے۔

(بحوالہ صدق جدید، اواخر مئی ۱۹۶۸ء)

* * *

کہیں کھوئی پاتے ہیں، اس کے زخمیوں کا کوئی علاج نہیں، یہ آتش
فشاں کی طرح پھوٹتا نہیں، مگر اندر اندر گھن کی طرح قوموں
کو کھا جاتا ہے، خاموش زلزلوں کی طرح لوگوں کے دلوں
کی بستیاں ویران اور ریزہ ریزہ کر دیتا ہے۔ افکار و خیالات
کے سرسبز چمنستانوں میں باد سموم خزاں کی شکل اختیار کر کے
چلتا اور انھیں ویرانہ بنا دیتا ہے۔ طاہر و مقدس جذبات
اور پاکیزہ و لطیف احساسات کے پُر کیف مرغزاروں کو لق و دق
صحراؤں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ یہ فکر خاموشی کے ساتھ
مسلمانوں کے خرمن ایمان و یقین اور جوہر عقائد کو خاکستر کر دیتا
ہے، لوگوں کو احساس بھی نہیں ہو پاتا اور وہ غلط فہمیوں میں
مبتلا رہتے ہیں، آخر وقت تک یہی خام خیالی انھیں رہتی
ہے کہ ان کا کوئی زیاں نہیں ہو رہا ہے اور اس طرح پیدا
ہونے والے نقصانات کو بھی وہ اصلاح کا نام دیتے ہیں۔

[illegible] تیرہ سو برس پہلے کی تاریخ دیکھئے تو اندازہ ہوگا
مسلمانوں میں انقلابات سے دوچار ہوتے رہے وہ بھی دونوں انداز کے
تھے، پہلے انقلاب نے ان سے غلبہ و شوکت کو چھین لیا،
زمام اقتدار ان سے لے لی، ان کے ملک تاخت و تاراج
کر دئے، ان کے بچوں اور بوڑھوں کو تہ تیغ کر دیا، جوانوں
کو لقمۂ اجل بنا دیا، عورتوں کو ذلیل و رسوا کیا، ان کی آبرو ریزی
کی اور ان کے افراد و شہروں کو ذلت کی اس شکل سے دوچار
کیا جو ذلیل کی آخری شکل ہے۔

یہ ہلاکت و بربادی دبے پاؤں نہیں آئی تھی، دنیا ان کی
اس ہلاکت سے دوچار ہوئے، بے شبہ اس انقلاب نے ملک کے
اندر زبردست تباہی مچائی اور بے شک یہ بربادی بڑی
محشر خیز تھی، عقل و خرد کو مبہوت اور قلب و دماغ کو ساکت
کر دینے والی تھی، جس کی زلزلہ خیز گرج نے زمین کو دہلا دیا
اور پہاڑوں کی چوٹیوں کو ہلا دیا، ہر نگاہ نے اسے دیکھا، ہر کان
نے اسے سنا، ہر دل نے اسے محسوس کیا اور ہر دماغ اس سے
متاثر ہوا، اور اگر کسی کے اندر زندگی کی رمق بھی باقی تھی تو اس
نے اسے ختم کرنے کی کوشش بھی کی۔

اس کے برعکس دوسری تباہی اگرچہ بہت ہی موثر تھی
مگر بڑی خاموش آغاز تھی، سست رفتار تھی، مگر بہت
زیادہ گہری، غیر محسوس تھی مگر بہت زیادہ مہلک، نہایت
خوفناک اور ہلاکت خیز جس کی رفتار کا حساس ترین کان بھی
ادراک نہ کر سکا، تیز سے تیز اور باریک بین نگاہیں بھی آنکھیں
اور نہایت ہی نکتہ رس دماغ بھی اسے نہ بھانپ سکے، اس
نے خود نہیں اجاڑا بلکہ مسلمانوں کے دل و دماغ کو مفلوج کر دیا
ان کے اندر وہ تبدیلی پیدا کر دی کہ وہ خود اپنی عمارتوں کو ڈھانے
اور بستیوں کو ویران کرنے لگے، اس نے انھیں کھلے طور پر الحاد
و بے دینی پر مجبور نہیں کیا، مگر ان کے اندر ہی اندر دین و ایمان کا
گلا گھونٹ دیا، اس نے ان کا بیرون محفوظ رکھا لیکن ڈھانچے
بنیادیں ہی اندر، انھیں کھوکھلا کر دیا اور اس سے عبرت ناک واقف
و ناخواندہ طبقہ ہی متاثر نہیں ہوا بلکہ جو لوگ اسلام ہی پر مطمئن تھے
اسی کو فلاح و سعادت کی راہ سمجھتے تھے، ان کے دامن بھی الحاد
و بے دینی کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکے، چنانچہ آج اگر لوگوں
کے معتقدات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان کے مذہبی
اصولوں اور اسلام کے درمیان وہی رابطہ ہے جو آسمان کو زمین
سے ہے۔ اس دوسرے فتنے کی رگ رگ جیسے میں، اس طرح آج بھی
کہ دستور مغرب سے اس دین الٰہی کے اندر تبدیلیاں لانے کا
خواہاں کر رہے ہیں۔ دین اسلام جو حکیم ترین ہستی کا نازل کردہ
دین ہے اسے وہ محض ایک مذہب اور مفکرین مغرب کے بنائے
ہوئے سانچے میں ڈھالنا چاہتے ہیں، اپنے افکار کے مطابق
استعمال ہے یہی ہے جو یہ کہ انسان کی عقل ناقص کی تکمیل
کے لئے آیا تھا اس دین کو وہ اسی عقل ناقص کا پابند بنانا
چاہتے ہیں، وہ دین کفر و اسلام کا ایسا معجون مرکب بنا دینا
چاہتے ہیں جس میں اسلام کے اجزاء تو ہوں مگر غیر موثر

اور بے فائدہ، اس پر طرہ یہ کہ ایسے وہ حضرات اسلام سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس طرح اس کو جو نقصان پہنچا اور اس کی تعلیمات میں جو کمزوری آئی اس میں حاسد و بدخواہ طبقہ کے ساتھ ساتھ خیرخواہان اسلام کا بھی خاصا ہاتھ رہا ہے۔

اسلام نے انھیں پکارا میں ہی تمہاری فطری آواز ہوں تم مجھے اختیار کرو۔ انھوں نے کہا لبیک، ہم حاضر ہیں۔ اسلام نے کہا میں ہی وہ کامل نظام حیات ہوں جسے اپنا کر تم کامیاب ہو سکتے ہو۔ انھوں نے کہا بے شک ہمیں انکار نہیں۔ اسلام نے کہا میرے اندر ہی دینوی و اخروی فلاح مضمر ہے مجھ سے ناطہ توڑ کر تم کسی دوسرے مذہب اور تصور حیات سے سکون نہیں پا سکتے۔ انھوں نے کہا لاریب۔ پھر اسلام نے کہا لیکن یہ یاد رکھو کہ میری تعلیم کے اندر تاویل و توجیہ کی گنجائش نہیں میری کلیات اور جزئیات دونوں کی بساط میں میرے اصول کلیہ کے ساتھ فروع کی بھی بلا کم و کاست اطاعت لازمی ہے۔ اس کا بھی جواب انھوں نے دیا، ہم تیار ہیں۔ مگر کیا وہ اپنے دعوے فراموش کر گئے، کیا وہ اقرار و قول تھا؟ — آخر اس وعدہ فراموشی کا انجام ایسا کیوں نہ ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بدل لے۔

وہ کلمہ جس کا زبان سے اقرار اور دل سے قبول کرنا مسلمان ہونے کے لئے لازمی ہے وہ ہے کلمہ طیبہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ۔ اس کلمہ کے دو جزو ہیں، ایک تو ایمان باللہ اور دوسرے ایمان بالرسالت۔ ایمان باللہ سے مراد کسی مجرد اور خاموش ذات کا تصور نہیں بلکہ ایک مدبر و متحرک اور زندہ جاوید ہستی کا تصور ہے۔ تعلیم اسلام کے مطابق خدا کی ذات کوئی ایسی ذات نہیں ہے جس نے ابتدا میں کائنات کے اولین مادہ اور ارضی و فلکی اجرام کو پیدا کیا، بالکمال ان کی تخلیق کی اور اب گوشہ نشین ہو کر دور کنارے سے والے ہنگامہ ہائے خیر و شر کا مشاہدہ کر رہا ہے، بلکہ ہمارے نزدیک وہ ایک زندہ و جاوید ہستی ہے، جیسے وہ خالق ہے اور اسی طرح ہر لمحہ وہ خالق ہی نہیں بلکہ حاکم بھی ہے، اس نے عالم کی تخلیق کر کے اسے یونہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ وہ اس پر حکمرانی بھی کر رہا ہے، زمین سے لے کر آسمان تک ذرے سے لے کر آفتاب تک، جمادات و نباتات، چرند و پرند سے لے کر انسان تک تمام چیزیں اسی کے حکم کی ماتحت ہیں، اسی کے ضوابط کی پابند ہیں، اسی نے ان کا قانون عمل بنایا ہے جس سے وہ سر مو انحراف نہیں کر سکتیں، یہ پورا کارخانہ قدرت اور عالم انسانی کی یہ تمام رنگینیاں اسی کے دم سے ہیں، اسی کے حکم سے ہیں اور اسی کے اشارہ چشم و ابرو کا کرشمہ ہیں، قرآن میں بار بار اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

إِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيدٌ ۝ إِنَّهُ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيدُ ۝ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ۝ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيدُ ۝ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝
(البروج ۱۲-۱۶)

بلاشبہ تیرے رب کی پکڑ سخت ہے، وہی پیدا کرتا اور دوبارہ لوٹائے گا، وہ بڑا بخشنے والا اور پیار کرنے والا ہے، عرش والا ہے، بزرگ ہے، جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔

اللَّهُ الَّذِي رَفَعَ السَّمَاوَاتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى يُدَبِّرُ الْأَمْرَ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ

اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں کو بغیر ستون کے بلند کیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو، پھر عرش پر مستوی ہو گیا، سورج اور چاند کو مسخر کیا، ان میں سے ہر ایک متعین شدہ مدت تک کے لئے رواں دواں ہے، اللہ تعالیٰ معاملات کی تدبیر اور آیات

لَعَلَّكُمْ بِلِقَاءِ رَبِّكُمْ
تُوقِنُونَ ○

(الرعد - ۲)

کی تفصیل کرتا ہے تاکہ تمہیں اپنے
رب کی ملاقات پر یقین ہو سکے۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ
مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَ
الْأَبْصَارَ وَمَنْ يُخْرِجُ
الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ
الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ
يُدَبِّرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ
اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ○

(یونس - ۳۱)

کہہ دیجئے کہ کون ہے جو تمہیں
آسمانوں سے روزی دیتا ہے
یا کون ہے جو گوش و چشم کا مالک
ہے، کون ہے جو زندہ کو مردہ اور
مردہ کو زندہ کرتا ہے اور وہ کون
ہستی ہے جو معاملات کی تدبیر کرتی ہے
وہ یقیناً کہیں گے کہ وہ اللہ ہے۔
کہہ دیجئے کہ پھر کیوں ڈرتے نہیں!

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي
لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ
شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ
وَلَمْ يَكُنْ لَهُ
وَلِيٌّ مِنَ الذُّلِّ وَ
كَبِّرْهُ تَكْبِيرًا

(بنی اسرائیل ۱۱۱)

اور کہہ دیجئے کہ حمد ہے اس خدا کیلئے
جس کا کوئی لڑکا نہیں اور اس کی
بادشاہی و حکمرانی میں کوئی اس
کا شریک نہیں، اس کا کوئی
ذات کا ولی نہ ہوا اور اس کی
خوب خوب تکبیر کرو۔

اس قسم کی بے شمار آیات قرآن مجید میں موجود ہیں جو اس
بات کا اعلان کرتی ہیں کہ پورا کارخانۂ قدرت، اس یکہ و تنہا ہی
کے قبضۂ قدرت میں ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے اور ہر شے
پر اسی کا حکم اور اسی کا فرمان نافذ ہے، کسی کو اس سے سر مو
انحراف کی جرأت نہیں اور وہ صرف خالق ہی نہیں آمر،
مقتدر اور حاکم و مدبر بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت
کے علاوہ قرآن اس بات کی طرف بھی ہماری رہنمائی کرتا ہے
کہ خالق اور مخلوق کے درمیان زبردست تعلق ہے، اللہ اور
انسان کے درمیان ایک گہرا ربط ہے، اللہ تعالیٰ کوئی مجبور

نہیں ہے بلکہ وہ ہماری اور اس پوری کائنات کی نگہبانی
کر رہا ہے، وہ ساکت نہیں ہے بلکہ متحرک ہے، تمام چیزیں
اسی کے حکم کی تابع ہیں، فرمایا گیا:

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي
الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ
السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ
فِيهَا وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا
كُنْتُمْ وَاللَّهُ بِمَا
تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ○

(الحدید - ۴)

وہ جانتا ہے جو کچھ زمین میں داخل
ہوتا ہے اور جو کچھ اس سے نکلتا ہے
اور جو کچھ آسمان سے اترتی ہے
اور جو آسمان کی طرف چڑھتی ہے
اور تم جہاں کہیں بھی ہو اللہ تمہارے
ساتھ ہے، وہ تمہارے اعمال
کو دیکھ رہا ہے۔

وَهُوَ اللَّهُ فِي السَّمَاوَاتِ
وَفِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ
سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَ
يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ ○

اور وہ اللہ ہے جو آسمانوں اور
زمین میں ہے، وہ تمہاری چھپی
اور کھلی باتیں جانتا ہے اور وہ جانتا
ہے جو کچھ تم کمانے والے ہو۔

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ
لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ وَيَعْلَمُ
مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ
إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ
فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ
وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ
إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ○

(الانعام - ۵۹)

ہر غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں
جن کو صرف وہی جانتا ہے، بر و بحر
کی تمام چیزوں سے وہ واقف ہے
اور درخت سے ایک پتی بھی گرتی ہو
تو وہ اس کے علم میں ہوتی ہے، زمین
کی تاریکیوں میں جو دانہ ہے اور
جو کچھ بھی خشک و تر میں ہے،
سب کتاب مبین میں درج ہے

(الانعام)

اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ
الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ
سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ لَهُ
مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

اللہ کے علاوہ کوئی اللہ نہیں وہ
زندۂ جاوید ہے، جس کے دم
سے پورا کارخانۂ قدرت قائم
ہے، نہ اسے نیند آتی ہے اور نہ

فِي الْأَرْضِ مَنْ ذَا الَّذِي
يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ
وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ
بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ
إِلَّا بِمَا شَاءَ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ
السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِيُّ
الْعَظِيمُ ۝

(البقرہ - ۲۵۵)

اسے اونگھ لگتی ہے۔ زمین اور آسمانوں کی تمام چیزیں اسی کی ہیں، کسی کی جرات ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس کی جناب میں کسی کی سفارش کرے وہ ان کے آگے اور پیچھے کی باتوں سے واقف ہے، مگر وہ اس کے علم کو نہیں پا سکتے ہاں مگر جسے وہ خود بتانا چاہے، اس کا عرش زمین اور آسمانوں پر محیط ہے، ان کی نگرانی اسے درماندہ نہیں کرتی اور وہی ہے جو بزرگ و برتر ہے۔

ان آیات پر غور کیجئے قرآن کس قدر بلیغ انداز میں اس حقیقت کو بیان کر رہا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک، حاکم و مدبر، خدائے واحد کے علاوہ نہ کوئی ہے اور نہ ہو سکتا ہے، کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ یہ اثر انداز ہونے والے قوانین و ضوابط اسی کے بنائے ہوئے ہیں، یہ تمام رنگینیاں، یہ حسین انتظام، یہ دلکشی و رعنائی، یہ سب اسی کے فرمان کا نتیجہ ہے، جو کچھ ہوتا ہے اسی کے حکم سے ہوتا ہے۔ اسی کے اشارے ہیں جو پوری کائنات میں اثر انداز ہیں، یہ واقعات، یہ اختلافات، اتفاقی اسباب و علل کا نتیجہ نہیں ہیں، یہ قواعد و ضوابط علت و معلول کے کرشمے نہیں ہیں بلکہ یہ ایک مدبر ہستی کی منصوبہ بندی ہے، ایک ہستی علیم و خبیر کی کارسازی ہے، یہ سارے اسباب و علل بھی اسی کے پیدا کردہ ہیں، اس کی مشیت کے آگے انسانی ارادوں کا وزن نہیں، اس کے فیصلے کے آگے انسان کی حکمتوں اور تدبیروں کا کوئی گذر نہیں، اگر وہ چاہے

تو اسباب و علل کے تمام سلسلوں کو منقطع کر کے انسان کے گمان کے خلاف اس کی تدبیروں کے خلاف کر دے، جس کی اسے امید نہ ہو وہ اسے پل بھر میں دے دے، لیکن اگر اس کی مشیت نہ ہو تو تمام حکمتیں بے کار، تمام طریقے بے معنی، تمام تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں، اور انسان علت و معلول کی تمام گرہ بندیوں کے باوجود مشیت ایزدی کے سامنے مجبور و بے بس رہ جاتا ہے۔

(باقی آئندہ)

☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

صدر جمہوریہ کی شہادت

مرسلہ:- راشد علی حامدی

ڈاکٹر رادھا کرشنن نے انگلستان میں اپنے مشہور خطاب میں فرمایا:-

موجودہ دور میں ایک ایسے مذہب کی ضرورت ہے جس کی تعلیم عقل کے خلاف نہ ہو، سائنس و فلسفہ کے ما بعد الطبیعات کے مطابق ہو، ایسا مذہب سب کے لئے قابل عمل ہونا چاہئے۔ اس سلسلہ میں پروفیسر آرنلڈ نے کیا ہی عمدہ فقرہ لکھا ہے: اگر ہم رشنلزم یعنی معقولیت کی یہ تعریف کریں کہ وہ ایسے طریقے کا نام ہے جس میں مذہبی عقائد کی بنیاد معقولیت پر ہوتی ہے تو یہ تعریف مذہب اسلام پر پوری طرح چسپاں ہوتی ہے۔

(Preaching of Islam)

* * *

تمام دنیا کے لٹریچر میں حضرت عمرؓ کے اس قول سے زیادہ پاک اور لطیف خیال کسی مقولے میں نہیں ملے گا کہ دنیا بغیر علم اس جسم کی طرح ہے جس میں روح نہ ہو اور کبھی عظمت دولت سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ علم سے۔ (پروفیسر اسکاٹ)

رپورٹ اجلاس مجلس شوریٰ انجمن طلبہ قدیم

منعقدہ ۱۴ / ۱۵ ستمبر ۱۹۷۸ء

الحمدللہ! انجمن طلبہ قدیم جامعۃ الفلاح کی مجلس شوریٰ کا اجلاس جامعہ میں ۱۴/۱۵ ستمبر کو منعقد ہوا۔ اجلاس کی کارروائی ۱۴ ستمبر بعد نماز ظہر مولانا ابو المکارم صاحب فلاحی صدر انجمن کی زیر صدارت شروع ہوئی اور دوسرے دن بارہ بجے ختم ہوئی۔ مندرجہ ذیل ارکان نے شرکت فرمائی:-

(۱) ابو المکارم صاحب فلاحی (دربھنگہ)
(۲) افضال احمد صاحب فلاحی (بلریا گنج)
(۳) محمد عمران صاحب فلاحی (جامعہ)
(۴) شہود عالم صاحب فلاحی (بیلاسو)
(۵) ابرار احمد صاحب فلاحی (رسول پور)
(۶) مطیع اللہ صاحب فلاحی (جامعہ)
(۷) الطاف سبحان صاحب فلاحی (علی گڑھ)
(۸) رضوان احمد صاحب فلاحی (دہلی)

رحمت اللہ ترکی صاحب اور مظہر سید عالم صاحب فلاحی بیمار ہونے کی وجہ سے اور شفیق عالم صاحب اپنی بعض مجبوریوں کے سبب شریک نہ ہو سکے۔ باقی دو ارکان ظفر احمد صاحب اور مشرف حسین صاحب کے سلسلے میں کوئی اطلاع نہیں ملی۔

ایجنڈا حسب ذیل تھا:-

(۱) انجمن کے پچھلے اجلاس میں پاس شدہ قرار داد کا نفاذ اور اب تک کے اقدام کا جائزہ۔
(۲) آرگن کے معیاری اور اس کی باقاعدہ اشاعت کا انتظام۔
(۳) انجمن کے مقاصد کی یاد دہانی کے ذکر کو فعال اور موثر بنانے کے طریقوں پر غور۔
(۴) بعض ارکان شوریٰ کے ملک سے باہر چلے جانے کی وجہ کر خالی نشستوں کے پر کرنے کا مسئلہ۔
(۵) جامعہ کے تعلیمی اور تربیتی معیار کو بلند کرنے کا مسئلہ
(۶) دیگر امور بہ اجازت صدر

شوریٰ کی مختلف اوقات میں کل چار نشستیں ہوئیں۔ پہلی نشست بعد نماز ظہر ڈھائی بجے صدر انجمن کے افتتاحی کلمات سے شروع ہوئی۔ پھر ایجنڈے کے مطابق سب سے پہلے سکریٹری نے جو اپنی بعض ناگزیر مجبوریوں کی وجہ سے سال گزشتہ کی رپورٹ مرتب نہ کر سکے تھے، گزشتہ قرار داد کی مدد سے زبانی ایک مختصر رپورٹ پیش کی۔

انجمن کے گزشتہ اجلاس میں پاس شدہ تجاویز کے سلسلے میں ذمہ داران انجمن کو اب تک ارباب جامعہ کی جانب سے کوئی پیش رفت نہ ہونے پر اظہار افسوس کیا گیا اور طے کیا گیا کہ ان تجاویز کو دوبارہ مرتب کر کے دوبارہ پیش کیا جائے۔ خوش قسمتی سے اسی شام کو انتظامیہ کی میٹنگ ہونے والی تھی۔ تجاویز از سر نو مرتب کر کے ناظم جامعہ کو پیش کر دیا گیا تاکہ وہ انتظامیہ میں پیش کر سکیں۔ بعد ازاں انجمن کے آمد و صرف کا جائزہ لیا گیا۔ الحمدللہ! اس موقع پر انجمن کے پاس دو سو ستر روپے کا فنڈ موجود رہا۔ اسی ضمن میں سال آئندہ کے بجٹ کا مسئلہ پیش ہوا لیکن بعض وجوہ کی بنا پر طے ہوا کہ بقیہ امور سے فراغت کے بعد بجٹ پر غور کیا جائے گا۔

اس کے بعد ایجنڈا کی دوسری شق پر غور کیا گیا۔ ارکان کا

اتفاق اس بات پر رہا کہ اس کا نام "حیاتِ نو" ہی رہنے دیا جائے البتہ
اب اسے باضابطہ طریقہ پر پریس سے طبع کرایا جائے اور کم از کم
اس کے صفحات ٣٢ ضرور رہیں، موقع بہ موقع صفحات میں اضافہ
بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے سائز کے بارے میں بھی ارکان کا خیال
یہی رہا کہ اپریل سنہ [illegible] کا شمارہ جس سائز پر شائع ہوا
تھا وہی سائز رہے۔ آرگن کے لئے باقاعدہ ایک ادارتی بورڈ
کا قیام عمل میں آیا ہے، جس میں حسب ذیل افراد کو منتخب کیا گیا
ہے:۔

(١) سکریٹری انجمن طلبہ قدیم۔ (٢) عبد اللہ فلاحی،
(علی گڑھ) (٣) عبد الحی فلاحی (جامعہ ملیہ دہلی) (٤) جاوید اشرف
فلاحی (جامعہ) (٥) عبید اللہ فہد فلاحی (جامعہ)

اس بورڈ کا انچارج سکریٹری ہوگا اور بورڈ کے اختیارات
مندرجہ ذیل ہوں گے:۔

(١) مضامین کے قبول اور رد کا اختیار (٢) ترتیب کی ذمہ داری
(٣) فراہمی مواد اور اس سلسلہ میں دیگر رفقاء سے ربط قائم رکھنا
(٤) اشاعت کے تسلسل کو برقرار رکھنا (٥) ڈکلریشن حاصل
کرنا۔

تعداد اشاعت کے ضمن میں یہ طے کیا گیا کہ سر دست اس
کی تعداد دو سو رہے گی اور ارکان انجمن کو یہ آرگن برابر ان کے پتوں
پر سال میں [illegible] بھیجا جاتا رہے گا، البتہ اگر دیگر احباب اس کی خریداری
کے شائق ہوں تو ان سے سالانہ زر تعاون سات روپیہ لیا جائیگا
انجمن کی ممبر شپ کے ضمن میں یہ بات آئی کہ اب تک صرف کچھ ہی
فلاحی فیس ادا کر کے باضابطہ ممبر بن سکے ہیں، یہ بھی کوشش کی جائے
کہ اس سال کے اختتام تک زیادہ سے زیادہ افراد اس کی مقررہ
فیس ادا کر کے ممبر بن جائیں۔ یہ بھی طے ہوا کہ سال کا احتساب ممبر شپ
سے کیا جائے گا۔ نیز طے کیا گیا ہے کہ ممبر بنانے کے لئے ممبر شپ فارم
چھپوائے جائیں اور تمام لوگوں کو بھیج دئے جائیں جن کو وہ
پُر کر کے مرکز کو روانہ کر دیں۔ یہ تجویز بھی پاس کی گئی کہ دفتر کے لئے

ایک آفس سکریٹری متعین کیا جائے، اس کے لئے
ضروری ہوگا کہ وہ روزانہ کم از کم دو گھنٹے آفس میں رہے گا
نیز ضرورت پڑنے پر مزید وقت بھی دینا ہوگا، خطوط کے جواب
دینا، فلاحیوں سے ربط قائم کرنا، آرگن کی طباعت کا نظم
کرنا وغیرہ اس کی ذمہ داری ہوگی۔

ایجنڈا کا چوتھا مسئلہ بعض ارکان شوریٰ کے ملک سے
باہر چلے جانے کی وجہ سے خالی نشستوں کو پُر کرنے کا تھا، کافی
غور کے بعد ارکان نے دستور کی دفعہ نمبر ١٣ (د) کو سامنے رکھ کر
یہ فیصلہ کیا کہ اس وقت عارضی طور پر خالی جگہوں کے لئے انتخاب
کر لیا جائے اور بعد میں تمام ارکان انجمن سے اس کی توثیق کرالی
جائے، چنانچہ جن حضرات کو منتخب کیا گیا، ان کے نام حسب ذیل
ہیں:۔ (١) شفاعت احمد فلاحی آزاد (٢) محمد اللہ فلاحی
قریشی (علی گڑھ) (٣) نسیم صاحب فلاحی غازی (دہلی) (٤) [illegible]
احمد فلاحی [illegible] (٥) نور محمد فلاحی (جامعہ) عبد العلیم فلاحی
(اعظم گڑھ)۔

پانچواں نمبر جامعہ کے تعلیمی و تربیتی معیار سے متعلق تھا
جامعہ کے تعلیمی و تربیتی معیار گرنے پر مجلس شوریٰ نے
تشویش کا اظہار کیا، ایک قرارداد پاس کی گئی جس میں جامعہ
کے ذمہ داروں سے اس صورت حال کے بدلنے اور معیار
بلند کرنے کی درخواست کی گئی، علاوہ ازیں اساتذہ کو ان کی
صلاحیت اور خواہش کے مطابق مضامین دینے، کتب خانہ
سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کا موقع دینے اور جامعہ کے
رابطہ عالم اسلامی اور دار الافتاء سے اساتذہ کی طلب
پر زور دیا گیا۔ تربیتی معیار اونچا کرنے کے ضمن میں کہا
گیا کہ طلبہ کو معاشرتی آداب اور دوران گفتگو صحیح زبان کے
استعمال کا پابند بنایا جائے، معیار کے ضمن میں یہ بھی پاس
کیا گیا کہ ارکان شوریٰ پر مشتمل ایک وفد جامعہ کے ذمہ دارو
سے مل کر یہاں کی صورت حال کے متعلق گفتگو کرے اور ان کا

توجہ اس کی اصلاح کی طرف مبذول کرائے۔

آخری شق کے تحت بدیع الزماں فلاحی مرحوم کے سانحہ ارتحال پر مجلس شوریٰ نے اپنے غم کا اظہار کیا اور ایک تعزیتی قرارداد پاس کی، مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعا کی گئی۔

ایک تجویز یہ بھی پاس کی گئی کہ حیات نو میں جامعہ کی خبروں کے ساتھ ساتھ جمعیۃ الطلبہ کی رپورٹ نیز وقتاً فوقتاً عالم اسلام کی خبریں بھی شائع ہوتی رہیں، تمام فلاحیوں سے تعاون حاصل کیا جاتا رہے اور ان کے مسائل حل کرنے کی حتی الوسع کوشش کی جائے نیز جس فلاحی کو بھی کسی قسم کا مسئلہ درپیش ہو تو وہ انجمن کے ذمہ داروں کو اس سے مطلع کرے۔

سب سے آخر میں سال آئندہ کے بجٹ پر غور کیا گیا آئندہ کے بجٹ کے متوقع اخراجات پانچ ہزار (۵۰۰۰) روپئے ہیں اور متوقع آمدنی تین ہزار سات سو پچاس (۳۷۵۰) روپے ہے۔ بقیہ خسارہ کو اعانتوں سے پورا کیا جائے گا۔

بعد ازاں ارکان نے اپنے اپنے دستخط ثبت کئے اور دعا پر اجلاس ختم ہو گیا۔

٭ ٭ ٭

بقیہ جامعہ کی خبریں

بشارت

یہ خبر ہم سب کیلئے یقیناً باعث مسرت ہوگی کہ ہمارے کچھ بھائی امسال جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ تعلیم کی غرض سے تشریف لے جارہے ہیں، ابھی تک جامعہ سے باقاعدہ تحریر تو نہیں آئی ہے، لیکن باوثوق ذریعہ سے ہم تک اطلاع یہ ہو چکی ہے کہ مندرجہ ذیل بھائیوں کی منظوری عمل میں آچکی ہے، انشاء اللہ جامعہ سے باقاعدہ منظوری آجانے کے بعد جلد ہی یہاں سے تشریف لے جائیں گے۔

(۱) شہود عالم صدیقی فلاحی، پلاموں (بہار)
(۲) مطیع اللہ فلاحی، بستی (یوپی)
(۳) علی احمد فلاحی، کٹیہار (بہار)
(۴) فاروق اکرام اللہ فلاحی، رامپور (یوپی)
(۵) رضوان احمد فلاحی، اعظم گڑھ (یوپی)

شعبۂ تخصص کا آغاز

حیات نو کے قارئین کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ امسال جامعہ میں شعبۂ تخصص کا آغاز ہو چکا ہے، دو طالب علم عبید اللہ فہد اور حافظ احسان الحق سلمہما اللہ تعالیٰ تفسیر میں تخصص کر رہے ہیں، انہیں جامعہ ۱۰۰ روپئے ماہانہ اسکالرشپ بھی دے رہا ہے۔ توقع ہے کہ یہ دونوں یہاں کے نظام تعلیم و تربیت سے کما حقہ استفادہ کرکے بہترین صلاحیتیں پیدا کر سکیں گے۔ واللہ الموفق وہو المستعان۔

٭ ٭ ٭

معین الدین درجہ عربی چہارم

قرآن کریم کا اعجاز:- ۱۸۸۲ء میں برطانیہ کے وزیر اعظم مسٹر گلیڈ اسٹون نے پارلیمنٹ میں قرآن کریم لئے ہوئے دارالعوام میں داخل ہوئے اور دارالعوام کے ممبروں سے کہا:- "جب تک یہ کتاب مصریوں کے پاس موجود ہے ہم اس ملک میں نہیں جم سکتے"

سید لطف اللہ قادری فلاحی

اخلاق کی لازوال طاقت

قومیں اور قبائل افراد کی طرح ضعیف و قوی ہوتی ہیں، مردہ اور زندہ ہوتی ہیں، کبھی مجد و افتخار حاصل کرتی ہیں اور کبھی ذلت و خواری سے دوچار ہوتی ہیں، کبھی تمدن و تہذیب کی معراج کو پہنچ جاتی ہیں اور کبھی ذلت و نکبت کے گڑھے میں جا گرتی ہیں۔

دورِ قدیم و جدید میں قوموں کی عزت و احترام اور ان کے عروج و ارتقاء کا دار و مدار صرف اخلاقِ حسنہ اور عمدہ صفات و خصائل ہی پر ہے اور ان کے زوال و انحطاط اور ذلت و نکبت کا انحصار نفسانی خواہشات اور حیوانی لذات میں منہمک ہو جانے ہی پر ہے، ہمیشہ سے یہی اصول دنیا میں کارفرما ہے، کبھی کوئی قوم ترقی کی منزلیں طے کرتی ہے اور کبھی کوئی زوال و پستی کے غار میں سوتی رہتی ہے، کبھی کوئی قبیلہ عزت و شرف کا مقام حاصل کرلیتا ہے اور کبھی کوئی ذلیل و رسوا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے جماعتوں اور قوموں کی عزت و ذلت کے قانون کو قرآن مجید میں بیان فرمایا۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ

کہو! خدایا! ملک کے مالک! تو جسے چاہے حکومت دے اور جس سے چاہے چھین لے، جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کردے، بھلائی تیرے اختیار میں ہے، بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

تمدن بغیر اخلاق کے نہیں

اقوام کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ بغیر علم و معرفت کے چند لمحے بھی زندہ رہ سکیں اور علم و تمدن کا تصور اخلاق کے بغیر نہیں کیا جا سکتا، اعلیٰ اخلاق ہی قوموں کے عروج و ارتقا کا معیار ہیں اور ان کی حیات و بقا کی علامت اور ان کی عظمت کا مظہر ہیں، کسی شاعر نے کہا تھا۔

وَإِنَّمَا الْأُمَمُ الْأَخْلَاقُ مَا بَقِيَتْ
فَإِنْ هُمُو ذَهَبَتْ أَخْلَاقُهُمْ ذَهَبُوا

(قومیں اس وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک ان کے اخلاق باقی رہتے ہیں اور اگر ان کے اخلاق ان کے اندر سے رخصت ہو جاتے ہیں تو وہ بھی ختم ہو جاتی ہیں۔)

چنانچہ اخلاق ہی کسی قوم کی صیانت و حفاظت کے لئے محفوظ ترین قلعے کا کام دیتے ہیں اور اخلاق کے بغیر نہ کوئی قوم ترقی کرتی ہے اور نہ ہی اس کے لئے تابندہ و تابناک اور ابدی زندگی ہوتی ہے، اخلاق کی اسی اہمیت کی بنا پر نبی اکرم صلعم نے فرمایا تھا:-

إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ

میں مبعوث کیا گیا ہوں تاکہ مکارم اخلاق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دوں۔

اس قول سے تربیت کی اہمیت اور اسلام میں اخلاق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے، کسی فرد اور جماعت کی اہمیت اور اس کی قدر و قیمت، اس کے آداب و اخلاق کی نسبت ہی معلوم ہوتی ہے، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ "میں اخلاق کی تکمیل ہی کے لیے بھیجا گیا ہوں" اور یہ حق ہے کہ رسالت محمدی، اخلاق کی حفاظت اور اس کی حمایت ہی کے لیے تھی، اس لیے ہم بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ آپ مکارم اخلاق کے معلم اور انسانیت کے نجات دہندہ تھے، مکارم اخلاق کو مکمل کرنے والے اور اس کی میراث کی حفاظت کرنے والے تھے اور کیوں نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و مہربانی ان کے ساتھ تھی اور اس کی نگرانی و نگہبانی ان کے شامل حال تھی اور اس نے آپ کی بہترین تربیت کی تھی، اسی لیے تو آپ تمام مرسلین کے امام اور تمام انسانوں کے سردار تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میرے رب نے مجھے ادب سکھایا اور بہترین ادب سکھایا" اور خود اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی۔ فرمایا:-

وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ — بلاشبہ آپ عظیم اخلاق پر فائز ہیں۔

آپ دعوت الی اللہ کے داعی تھے، عفو و درگزر کی دعوت دیتے تھے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ

(اے پیغمبر!) یہ اللہ تعالیٰ کی بڑی رحمت ہے کہ تم ان لوگوں کے لیے بہت نرم مزاج واقع ہوئے ہو ورنہ اگر کہیں تم تند خو اور سنگ دل ہوتے تو یہ سب تمہارے گرد و پیش سے چھٹ جاتے، ان کے قصور معاف کر دو، ان کے حق میں دعائے مغفرت کرو اور دین کے کام میں ان کو بھی شریک مشورہ رکھو، البتہ جب تمہارا عزم کسی رائے پر مستحکم ہو جائے تو اللہ پر بھروسہ کرو، اللہ کو وہ لوگ پسند ہیں جو اسی کے بھروسہ پر کام کرتے ہیں۔

محض علم تہذیبوں کی تعمیر کیلئے کافی نہیں

بے شک، تربیت حیات انسانی کی اساس و بنیاد ہے اور اخلاق ہی قوموں کے عروج و زوال کا معیار اور ان کے غلبہ و اقتدار کا نشان ہے۔ محض علم تہذیبوں اور حکومتوں کی تعمیر کے لئے کافی نہیں ہے اور نہ ہی قوموں اور جماعتوں کے پروان چڑھنے کے لئے کافی ہے، اس لئے تاوقتیکہ علم اخلاق کے مضبوط بندھن میں بندھا ہوا ہو اور تربیت تعلیم کے ساتھ ساتھ ہو، یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کا جز لاینفک ہیں، ان دونوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا، اگر علیحدہ کی گئیں تو یہ تباہی و ہلاکت کا موجب ہوگا اور خیر حاصل نہیں ہوگی اور انسان کو ویرانی سے دوچار ہونا پڑے گا۔ حافظ ابراہیم نے کیا خوب کہا ہے:-

لا تحسبن العلم ينفع وحده ... ما لم يتوج ربه بخلاق

فالعلم إن لم تكتنفه شمائل ... تعليه كان مطية الإخفاق

مثالی تربیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی بہترین اسلامی و مثالی تربیت کی تھی اور ان کی تربیت کی تھی، چنانچہ جب کسی بات کا اختیار حکم دیتے تو وہ اس کی طرف پروانہ وار دوڑ پڑتے تھے اور اگر کسی چیز سے روک دیتے تو وہ اس سے دور سے دور تر ہو جاتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت و رہنمائی میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں برتی اور نہ ہی تلقین پر اکتفا کیا، بلکہ علم و تلقین کے ساتھ ساتھ

مکارم اخلاق کی دعوت بھی دی تاکہ ان کو شہوات و ضلالات سے ملوث ہو رہے ہیں، ان کے نفوس کا تزکیہ اور ان کے دلوں کی تطہیر فرمائی اور ان کی روحوں کو بلندیاں عطا فرمائیں اس لحاظ سے آپ بہترین مربی اور بلند درجہ کے واعظ و مرشد بھی تھے، قرآن کریم نے اس عظیم نبی کی رسالت کا مقصد واضح کرتے ہوئے کہا کہ یہ علم و اخلاق کی رسالت، انسانی فضائل اور اجتماعی آداب کی رسالت ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فرمایا ہے:-

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

وہی ذات ہے جس نے امیین میں (وہ لوگ جن کے پاس کوئی کتاب نہ تھی جسے وہ پڑھتے) انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا اور انھیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے

جامعہ کی خبریں

الشیخ عبدالقادر حبیب اللہ کی جامعہ میں آمد

[illegible] اگست [illegible] کو شیخ عبدالقادر حبیب اللہ سندھی جو ہند و پاک میں دعوت و تبلیغ اور افتاء کے نمائندے اور معہد الحرم المکی مکہ مکرمہ میں استاذ ہیں، جامعۃ الفلاح تشریف لائے۔

موصوف کی آمد پر مسرت موقع پر ایک پارٹی کا اہتمام کیا گیا جس میں جامعۃ الفلاح کے تمام طلبہ و اساتذہ اور متعلقین شریک ہوئے۔ حضرت الاستاذ مولانا نظام الدین صاحب اصلاحی نے عربی میں خطبہ استقبالیہ پڑھا جس میں موصوف کی آمد پر طلبہ و اساتذہ کی طرف سے فرحت و سرور کا اظہار کیا گیا اور ترحیبی کلمات کہے گئے، اس کے بعد جناب موصوف کھڑے ہوئے اور حمد و ثنا نیز اپنی غایت درجہ خوشی کا اظہار کرنے کے بعد اتحاد بین المسلمین اور اعتصام بالقرآن والسنۃ پر زور دیا نیز جامعہ کے طلبہ کو اپنے قیمتی نصائح سے بھی نوازا، اس طرح بخیر و خوبی یہ محفل برخاست ہوئی، آنجناب موصوف نے اپنے جو تاثرات تحریر فرمائے ہیں ان کا ترجمہ ذیل میں درج ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ حمد و ثنا کے بعد:-

شمالی ہند میں واقع اسلامی یونیورسٹی جامعۃ الفلاح کی زیارت نصیب ہوئی، جامعۃ الفلاح تعلیمی میدان میں جو خدمت انجام دے رہا ہے اور اس کی جو تربیتی و ثقافتی نوعیت کی سرگرمیاں جاری ہیں وہ مسلمانوں کے حق میں بہت ہی عمدہ اور خوش آئند ثابت ہوں گی۔ ان سب چیزوں کا مشاہدہ کر کے میں بیحد مسرور ہوا۔ اللہ تعالیٰ جامعہ کے قائم کرنے والوں اور اس کے ذمہ داروں کو اجر جزیل سے نوازے اور ان کی اس مبارک جد و جہد اور مساعی جمیلہ اور خوش آئند سرگرمیوں میں برکت عطا فرمائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے تمام اصحاب مطہر پر درود و سلام

العبد الفقیر الی اللہ تعالیٰ

عبدالقادر حبیب اللہ السندی

استاذ معہد الحرم المکی، مکہ مکرمہ

و مندوب دار الافتاء والدعوۃ والارشاد الی الہند و پاکستان۔

سالانہ امتحان ۱۹۷۸ء میں انعامات کی تقسیم

سالانہ امتحان شروع ہونے سے کچھ دن پہلے سکریٹری ایوارڈ کمیٹی مدینہ منورہ کی طرف سے ایک تحریر موصول ہوئی تھی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے:-

"ہمیں یہ اعلان کرتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ ہم اپنے شعبۂ اعلیٰ کے طلبہ ساتھیوں کی ہمت افزائی اور کے عزم و ارادہ کی تشجیع اور تعلیم و تربیت سے استفادہ کیلئے رغبت و شوق پیدا کرنے کے لئے ۱۳۹۸ھ کے سالانہ امتحان میں پوزیشن حاصل کرنے والوں کو انعامات تقسیم کرنے جا رہے ہیں۔

حق تو یہ تھا کہ یہ اعلان وقوع امتحان سے بہت پہلے کیا جاتا لیکن ہمیں افسوس ہے کہ یہ منصوبہ بہت تاخیر سے آپ کے سامنے آیا۔ انشاء اللہ ہم آئندہ امتحانات میں بہت پہلے اس کا اعلان کر دیں گے۔ انعامات حسب ذیل ترتیب سے نتائج کے اعلان کے بعد جلد ہی تقسیم کئے جائیں گے:-

درجات	فرسٹ پوزیشن	سکنڈ پوزیشن	تھرڈ پوزیشن
۱۔ درجہ عربی ہفتم و ششم	۱۰۰ روپے	۶۰ روپے	۳۰ روپے
۲۔ " " پنجم و چہارم	۶۰ روپے	۳۰ روپے	۲۰ روپے
۳۔ " " سوم دوم اول	۳۰ روپے	۲۰ روپے	۱۵ روپے

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

سکریٹری ایوارڈ کمیٹی

ص۔ب/ ۸۹۸، مدینہ منورہ

المملکۃ العربیۃ السعودیۃ

چنانچہ مندرجہ بالا اعلان کے مطابق ایک محفل ہوئی جس میں سکریٹری ایوارڈ کمیٹی مولانا سلامت اللہ صاحب اصلاحی بھی شریک تھے، صدر مدرس جامعہ مولانا ابو بکر صاحب اصلاحی نے اپنے دست مبارک سے مندرجہ ذیل طلبہ کو انعامات تقسیم کئے۔

درجہ عربی ہفتم:-

(۱) عبد الرحیم ـ ـ ۱۰۰ (۲) افکار احمد ـ ـ ۶۰

(۳) غلام رسول ـ ـ ۳۰

درجہ عربی ششم:-

(۱) رحمان احمد ـ ـ ۱۰۰ (۲) اشتیاق احمد ـ ـ ۶۰

(۳) حفیظ الرحمان ـ ـ ۳۰

درجہ عربی پنجم:-

(۱) صباح الدین ـ ـ ۶۰ (۲) زین العابدین ـ ـ ۳۰

(۳) محمد فاروق ـ ـ ۲۰

درجہ عربی چہارم:-

(۱) مظفر اسلام ـ ـ ۶۰ (۲) جاوید احسن ـ ـ ۳۰

(۳) قمر احمد ـ ـ ۳۰ (۴) عبد الجبار ـ ـ ۲۰

درجہ عربی سوم:-

(۱) محمد یونس ـ ـ ۳۰ (۲) معین الدین ـ ـ ۲۰

(۳) محمد قاسم ـ ـ ۱۵

درجہ عربی دوم:-

(۱) عبد اللہ ـ ـ ۳۰ (۲) محمد سمیع اختر ـ ـ ۲۰

(۳) راشد حامدی ـ ـ ۱۵

درجہ عربی اول:-

(۱) سید احمد ـ ـ ۳۰ (۲) نذیر احمد ـ ـ ۲۰

(۳) شکیل احمد ـ ـ ۱۵

درجہ عربی اول (طالبات)

(۱) صفیہ بانو ـ ـ ۲۰ (۲) [illegible] ـ ـ ۲۰

(۳) شہناز قمر ـ ـ ۲۰ (۴) [illegible] بانو ـ ـ ۲۰

(۵) ساجدہ خانم ـ ـ [illegible]

نوٹ:- درجہ عربی چہارم میں جاوید احسن اور قمر احمد دونوں نے سکنڈ پوزیشن حاصل کی اس لئے انعام برابر دیا گیا۔ طالبات میں پانچ بچیاں تھیں اس لئے ان کی امتیازی حیثیت کا خیال کر کے ان سبھوں کو برابر انعامات تقسیم کئے گئے۔